ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

مئی 2005

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

■ کا خاندان اور ابتدائی حالات

حضور سیدنا

غوثِ اعظم

■ کے اخلاق و عادات

■ حضرت شاہ ولی اللہ کی نظر میں

حضور نقش لاثانی قدس سرہ

کے اخلاقِ کریمانہ



رہیگا یونہی ان کا چرچا رہیگا

حمد و نعت

اُس کا ہوں بندہ میں جو ہے مولا حضور ﷺ کا
توحید بھی ہے گویا عطیہ حضور ﷺ کا

تفریق جو کرے ، وہ مسلمان ہی نہیں
یعنی حضور مولیٰ کے ، مولیٰ حضور ﷺ کا

عرش علیٰ ہے واقعی عرش علا مگر
دور آگے اس قصر معلیٰ حضور ﷺ کا

میں اور شرک ؟ کیسی جہالت کی بات کی
مشرک ہو کیا جو دل سے ہے بندہ حضور ﷺ کا

حق کی تجلیات سے سیراب ہو گیا
دیکھا ہے جس نے چہرۂ زیبا حضور ﷺ کا

سوچو بغور شان یداللہ کی قسم
سر تا بپا ہے نور سراپا حضور ﷺ کا

تاریک گوشے دل کے بھی پرنور ہو گئے
میری زبان پہ نام جو آیا حضور ﷺ کا

اللہ ذوالجلال کا آئینہ جمال
واللہ دو جہاں میں ہے نقشہ حضور ﷺ کا

شیخ کریم آسیؔ بے پر ہے ملتجی
اب پھر دکھایئے در والا حضور ﷺ کا

﴿پروفیسر محمد حسین آسی﴾

يا ايها النبي جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم

(اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں) (التوبہ ۷۳)

غلبۂ دین حق کی عظیم تحریک شیرانِ اسلام کا ترجمان

ماہنامہ

مجلہ الحقیقہ

(پاکستان)

ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مئی 2005ء جلد نمبر 5 شمارہ نمبر 8

زیر سرپرستی

حضرت علامہ مولانا

پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی قادری

فہرست

1	اداریہ	پروفیسر محمد حسین آسی	2
2	اسلام اور شیطان کے سپوت	پروفیسر محمد حسین آسی	6
3	اتحاد ملت کی ضرورت و صورت	پروفیسر محمد حسین آسی	12
4	توحید اور محبوبان خدا کے کمالات	پروفیسر محمد حسین آسی	21
5	سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ	پروفیسر محمد حسین آسی	29
6	حضور غوث پاک کا خاندان اور ابتدائی حالات	حضرت علامہ ضیاء اللہ قادری	32
7	حضور سیدنا غوث اعظم کے اخلاق و عادات	قاضی عبدالنبی کوکب	38
8	حضرت غوث جیلانی، حضرت شاہ ولی اللہ کی نظر میں	علامہ صوفی محمد صدیق ضیاء	41
9	حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے اخلاق کریمانہ	پروفیسر محمد حسین آسی	45
10	آخری ٹیسٹ	فاتح مرزائیت علامہ اطہر عبدالرزاق	47

زرِ تعاون

پاکستان (فی پرچہ) 15 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/150

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

رابطہ: صوفی محمد آصف (مدظلہ) انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

پبلشر: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز ... سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ فون نمبر 451734 (نارووال) سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

یونس۔ ۶۳

ترجمہ: سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ — اداریہ

رہے گا یونہی اُن ﷺ کا چرچا رہے گا

سرپرست اعلیٰ کے قلم سے

الحمدللہ، ربیع الاول شریف کی نورانی ساعتیں اسی ایمانی جوش وخروش سے بیت رہی ہیں جو ان کا خاصہ ہے۔ یہ وہ ماہ مقدس ہے جس میں انسانیت کا مقدر جگانے والے محبوب ﷺ تشریف لائے اور جس طرح رمضان المبارک میں دل و دماغ دھلے دھلے سے معلوم ہوتے ہیں، اس میں بھی فکر ونظر پر عشق رسول ﷺ کا غلبہ رہتا ہے۔ ادھر آسمان پر ہلال نظر آیا، ادھر امت کے خروکلاں کو یاد آ گیا کہ ہم کون ہیں۔ چنانچہ میلاد شریف ہو رہے ہیں، نعت کی آواز گونج رہی ہے، جھنڈیاں لگائی جارہی ہیں، لائٹنگ کی جارہی ہے، عجیب چہل پہل ہے، نرالا کیف وسرور ہے، انوکھی گہما گہمی ہے، پولیس کی ناروا پابندیوں کے باوجود جوش عشق ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتا، بدعملی کی تہوں میں دبا ہوا ایمان ہے کہ ابھرا ابھر کر سامنے آ رہا ہے۔ ''فسق نواز' حکومت نے جتنا زور بسنت اور میراتھن ریس پر لگایا تھا، عاشق مزاج' ملت نے اس سے زیادہ تگ ودو 'عید میلادالنبی' منانے کے لئے کی۔ غالباً یہ پہلا موقع ہے کہ ہمارا 'پھرتو کرتو' صدر وطن عزیز سے باہر تھا۔ اور کشمیر وغیرہ 'ایشوز' پر اوٹ پٹانگ بیانات دینے کے بعد 'عید میلادالنبی کے مبارک ترین دن پر اس نے چپ سادھے رکھی۔ شاید اسے یہ ڈر ہو کہ نجانے منہ سے کیا نکل جائے۔ ہاں انصاف کی بات یہ ہے کہ وزیراعظم شوکت عزیز نے اپنی عقیدت ومحبت کا خوب اظہار کیا۔ ان کی تقریر کے چند جملے آپ بھی ملاحظہ فرمالیں

۱۔ حضرت محمد ﷺ نے ساری زندگی اعتدال پسندی کی تبلیغ کی، شدت پسندی سے امن قائم ہوسکتا ہے نہ انسانوں کی سلامتی کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

۲۔ اسلام سے دوری کے نتیجے میں معاشرہ بے پناہ مسائل ومشکلات کا شکار ہے۔

۳۔ عقیدہ ختم نبوت پر یقین رکھتا ہوں، ہمارا پختہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔

۴۔ انسانیت کی بقا اور ترقی اور خوشحالی کے لئے اسلام کے اصولوں پر عمل کرنا ہوگا۔

۵۔ بارہ ربیع الاول کا دن تمام مسلمانوں کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ آج کے دن ہمارے نبی ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔

بہرحال امت مسلمہ نے اپنے آقا ومولا، ملجا وماویٰ، تاجدار دوعالم، نبی مکرم، رسول محتشم، شفیع اُمم، شہنشاہ لولاک لما، سرور ہر دوسرا، محبوب رحماں، خواجۂ گیہاں، مظہر ذات وصفات، مبدأ تجلیات، مہمان عرش معلیٰ، زینت قصر دنیٰ، خازن نعما، قاسم یکتا، جان ایمان وعرفان، جانان دل و جاں، سائر لامکاں، زائر رب انس وجاں، حضور احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کا یوم میلاد منا کر اپنے عشق وایمان کا خوب خوب

مظاہرہ کیا۔ شکر گڑھ جیسے دور افتادہ علاقے میں شیرانِ اسلام کے دو قافلے دن رات محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی مدح وثنا میں محافل میلاد کا انعقاد کرتے رہے۔ اسی کے شعبہ خواتین کی کارکردگی بھی اس سلسلے میں کچھ کم نہیں تھی۔ مولانا عبدالستار صدیقی صاحب نے 'بزم لاثانی' کو ماشاء اللہ خوب سرگرم رکھا اور مہینہ بھر محافل میلاد میں مصروف رہے۔ سنی تحریک، دعوت اسلامی، اور جماعت اہل سنت کے نوجوان علماء بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

۱۲ ربیع الاول شریف کو جلوس عید میلاد النبی ﷺ نہایت آب وتاب سے نکلا جس کی قیادت ڈپٹی ناظم ضلع نارووال حافظ رضوان مسعود صاحب، اہل شکر گڑھ کے دلوں کی دھڑکن جناب مولانا پیر محمد افضل قادری خطیب اعظم شکر گڑھ، ملک محمد طفیل صاحب، چودھری گلزار احمد اور حاجی اخلاق احمد صاحبان نے کی۔ یہ کافی لمبا جلوس تھا۔ جو گویا شہر کی 'سرکلر روڈ' کو طے کر کے دین پور خرد وکلاں سے ہوتا ہوا شکر گڑھ کے شہنشاہ حضرت قطب شاہ ولی علیہ الرحمہ کے مزار پر سلام کر کے دوبارہ مسجد نور میں پہنچ کر ختم ہوا۔

نارووال' سیالکوٹ' لاہور' پشاور' کراچی' وغیرہ تمام شہروں سے الحمدللہ حوصلہ افزا رپورٹیں آئی ہیں۔ میرے عزیز مکرم جناب جاوید اقبال صاحب کا اسلام آباد سے نہایت خوش کن فون آیا۔ ان کے بیان کے مطابق پاکستان کے صدر مقام میں پہلے سے کئی گنا زیادہ محافل ذکر حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اہتمام ہوا اور شاید ہی کوئی بدنصیب گلی' گھر یا گھرانا ہو جو اس سے محروم رہا۔

میرے ایک عزیز ڈاکٹر شبیر احمد صاحب قازقستان سے ابھی کل ہی وارد ہوئے ہیں انھوں نے وہاں کے مسلمانوں کے جذبہ عشق رسول ﷺ کی تصویر کشی کی تو دل جھوم جھوم اٹھا۔

نیویارک سے جن عزیزوں نے فون کیا ان کے مطابق دور حاضر میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن بش کی حکومت میں بھی اہل ایمان و عشق کے جذبات دیدنی تھے۔ وہاں بھی محافل میلاد ہوئیں اور بارگاہ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہدیہ ہائے درود وسلام بیش از بیش پیش کئے گئے

یہ ساری صورت حال ان لوگوں کے لئے خصوصاً از حد خوشگوار ہے جو امت مسلمہ کے غم میں نڈھال سے رہتے ہیں۔ یہ گویا فصل خزاں میں نوید ابر بہار ہے۔ کاش ملت کے رہنما اس سے فائدہ اٹھائیں اور ربیع الاول شریف کے اختتام سے پہلے پہلے امت مسلمہ کے اس جوش عشق سے کام لے کر اسے منظم ومتحد کر سکیں۔ کاش حضور پرنور ﷺ کے منصب رسالت اور مقصد بعثت کو پیش نظر رکھ کر ملت اسلامیہ کو کتاب وسنت پر مبنی آئین دے سکیں۔ کاش آج تک اس سلسلے میں جو غفلت وسستی لاحق ہو چکی ہے' اس کا ازالہ کرنے کے لئے عالمگیر پیمانے پر مسلمان 'توبہ' کا اہتمام کریں اور صدقِ دل سے اپنے اللہ جل مجدہ اور اپنے رسول ﷺ سے وفا کا عہد کریں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ احساسِ ندامت، توبہ اور بیداری کی ضرورت اہل پاکستان کو ہے، ہاں اسی وطن عزیز کے باسیوں کو جو اسلام ہی کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا۔ اور جس کے لئے بار بار یہ وعدہ کیا جاتا تھا کہ یہاں اسلام نافذ کیا جائے گا۔ اور اسے دین حق کی تجربہ گاہ بنایا جائے گا۔

واللہ! میں ایک آن کے لئے بھی نہیں سوچ سکتا کہ اس کے بانی جناب قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ کے دل میں کوئی کھوٹ تھی۔ وہ تو کسی عام انسان کو بھی دھوکہ نہیں دیتے تھے۔ ملت اسلامیہ کو کیوں دیتے اور وہ عام سی عام گفتگو میں بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، اپنے اللہ اور نبی علیہ السلام کے نام پر جھوٹ کیوں بولتے۔ مگر افسوس ان کے ساتھ بعض ساتھی ان کے ساتھ یا مشن کے ساتھ زیادہ مخلص نہیں تھے چنانچہ ان کے وصال کے بعد اقتدار میں آنے والوں کی بھاری اکثریت مختلف بلکہ برعکس سوچوں کی مالک تھی۔ انھیں قرآن، اسلام اور پاکستان کے مقصد تشکیل سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ یہ لوگ 'من' کے نہیں 'تن' کے بندے رہے ہیں۔ انھوں نے قوم کو لوٹا، ملک سے باہر پیسہ جمع رکھا اور جب وہ وقت آتا جس کے وہ منتظر ہوتے تھے بھاگ نکلتے اور برے وقتوں کے لئے اکٹھا کئے ہوئے سرمائے سے حالات کا مقابلہ کرتے رہے۔

ان میں بعض کی نیت میں کچھ نہ کچھ خلوص بھی تھا، اور وہ کم از کم اسلام کے ساتھ کچھ نہ کچھ مخلص بھی تھے۔ صدر ضیاء الحق صاحب کا نام بھی اس از حد مختصر سی فہرست میں بہت نمایاں ہے۔ جس کے دور میں صدر کے ہر خطاب سے پہلے تلاوت اور نعت کا التزام تھا۔ اور خود وہ علماء ومشائخ کے ساتھ از حد ادب واحترام سے پیش آتا تھا۔ ایک دفعہ لاہور چھاؤنی سے جامعہ نعیمہ لاہور میں فون آیا کہ صدر صاحب کی نماز با جماعت کے لئے کوئی امام بھیج دیں تو ہمارے یار جانی قاضی عبدالرحمٰن صاحب روانہ ہوئے۔ جناب ضیاء الحق کو 'امام' کے ورود مسعود کی خبر ملی تو جرنیلوں کی میٹنگ میں خود

فوراً احتراماً اٹھے اوران کی اتباع میں سب کھڑے ہوگئے۔انھیں کے دور میں ٹی۔وی۔پر آنے والی بچیوں کوسر ننگا رکھنے سے روک دیا تھااور وہ نوجوان جوبھٹودور سے قلمیں لمبی رکھنے کے عادی ہوگئے تھےخود بخود اس قبیح حرکت سے باز آ گئے۔اس نے 'پہلے پاکستان' کا منحوس نعرہ نہیں لگایا بلکہ اسلام وایمان کے حوالے کو ہمیشہ اولیت دی اسی لئے افغانستان سے روس کو بھگا کر دم لیا۔وہ ابتداء غلط قسم کے ملاؤں میں گھرا ہوا تھا،مگر عشق رسول ﷺ کا جوجذبہ کہیں اندر چھپا ہوا تھا، آخر وہی سب پر غالب آ کے رہا۔چنانچہ چشم دید گواہوں کا بیان ہے جب وہ حضور پر نور ﷺ کے حجرۂ مقدسہ میں حاضر ہوتا تھاتو زاروقطار رویا کرتا تھااوراپنی ٹوپی سے اس خاک مقدس پرجھاڑو دیا کرتا تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ ہونا چاہئے تھا یا ہوسکتا تھا،مکمل طور پراس دور میں بھی نہیں ہوا۔مگرحق یہ ہے کہ اس میں صرف اس کاقصور نہیں تھا، بلکہ سیاسی لیڈروں کے علاوہ اس میں اکثر علماؤ مشائخ کی غفلت کا حصہ بھی تھا جنھوں نے اپنے تلامذہ ومریدین کو یہ تربیت نہیں دی کہ اسلام کے لئے فضا ہموار کریں۔باغیان دین ایوان اقتدار ہی میں نہیں،اس سے باہر بھی ہیں۔قوم کوان سے بچانا اور ذہنی طور پراسلامی نظام کے لئے تیار کرنا بھی ضروری ہے۔مگر جن مشائخ کونذرانے لینے کے سوا کوئی سودانہیں اور جومبلغ رقمیں طے کرکے 'وعظ فروشی' کرتے ہیں ان کوخدااور رسول ﷺ کے دین سے کیا ہمدردی ہوسکتی ہے۔ہمیں اس میں ذرہ بھر شک نہیں ہے کہ دیندار واقعی دین دار بن جائیں تو صورت حال بہتر ہوسکتی ہے۔مگر چند ایک غیر تمند اور باشعور حضرات کے سوا آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔آج اسلام پر جوبراوقت ہے زیادہ تر اسی قسم کے مہربانوں کی وجہ سے ہے۔سچ فرمایا تھا حضرت اقبال نے

گلۂ جفائے وفا نما جوحرم کو اہل حرم سے ہے ۔۔۔ جوکسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

ہمیں موجودہ حکمرانوں سے بڑی توقعات تھیں،مگر قائد اعظم کے بعد میرے خیال میں اسلام کی کچھ آواز اٹھانے والی حکومت اسی صدر ضیاء الحق مرحوم کی تھی تواسلام کی آواز سب سے زیادہ دبانے والی مشرف گورنمنٹ ہے۔معاذ اللہ جلال الدین اکبر کے دین الٰہی کی طرح یہ کسی 'معتدل' اسلام کونافذ کرنا چاہتی ہے۔اس کے نزدیک صدیوں پہلے متعارف ہونے والا دین (معاذ اللہ)اعتدال اور روشن خیالی سے 'محروم' ہے۔ ملک کے نام سے اور مذہب کے خانے سے اسلام کا حوالہ نکال دو، یہ روشن خیالی ہے اوراعتدال۔عورتوں کوسر عام ننگا نچاؤ، بہن بھائی کے معاشقے کے منظر دکھاؤ، شراب وجوا سے دل بہلاؤ، یہ ہے ہمارے 'مشرف' کا اسلام

کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسر ۔۔۔ انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

واللہ ! ہمیں یہ توقع نہیں تھی کہ سید یا کم از کم فاروقی بننے والا صدر' یوں سراپا شیطنت ہوگا۔ پھر جو یہ کہتا ہے' اسی کی ترجمانی پرویز الٰہی کرتا ہے۔گذشتہ دنوں ایک غزل ہوگئی تھی۔جس کا مطلع یوں تھا۔

اوپر پرویز مشرف ہے' نیچے پرویز الٰہی ہے ۔۔۔ دونوں پرویزوں کا ملنا دھرتی کی ڈبل تباہی ہے

کتنی عجیب صورت حال ہے'بالکل جلال الدین اکبر کی طرح جوں جوں کوئی اس کا مقرب ہوتا جاتا ہے۔اسلام اورغیرت اسلام سے خالی ہوتا جاتا ہے۔چنانچہ گذشتہ دنوں سنا ہے پاکستان کا ایک نمائندہ وفد جب بھارت پہنچا تو اراکین وفد کے ماتھوں پر وہاں کے حکومتی نمائندوں نے 'تلک' لگایا جو ہندو مذہب کا شعار (یعنی ایک پہچان) ہے۔اس وفد میں چودھری شجاعت حسین بھی تھا۔میں قوم سے پوچھتا ہوں اب اسے اوراس کے ساتھیوں کو کیا کہنا چاہئے،شری شجاعت حسین یا شجاعت رام وغیرہ۔شاید آپ نے لاہور سے جلوموڑ جاتے ہوئے ایک بستی دیکھی ہوگی جسے قبل از قیام پاکستان 'رامپورہ' کہتے تھے مگراس کا نام حسین پورہ رکھ لیا گیا ہے۔گویا رام کی جگہ لفظ حسین آ گیا، کیا یونہی حسین کی بجائے ہندوؤں نے چودھری کو رام کر کے چودھری شجاعت حسین کوشری شجاعت رام نہیں بنالیا۔

میراتھن دوڑ وغیرہ کے بارے میں بیان دیتے ہوئے چودھری پرویز الٰہی صاحب کیا دور کی کوڑی لائے۔انھوں نے 'قاضی اینڈ مولانا' پارٹی کو جواب دیتے ہوئے فرمایا 'اگر عورت کا اسمبلی میں بیٹھنا جائز ہے تو سر عام دوڑ لگانا بھی جائز ہے'۔گویا 'معتدل اور روشن خیال اسلام' کے بندوں پر یہ الزام ہے کہ میراتھن ریس جیسی غیرت وحمیت کوقتل کرنے والی ریس شروع کردی ہے تو فرمایئے قدیم اسلام جس سے پرویزوں کو کوئی تعلق نہیں تھااورنہیں ہوتا کی رو سے عورتوں کو اسمبلی میں بٹھانا کہاں تک جائز ہے۔ہزار اختلاف کے باوجود' پرویز الٰہی کا یہ سوال بجا ہے۔ہمیں معلوم

نہیں مذکورہ کمپنی کیا جواب دیتی ہے مگر حق یہی ہے اللہ کے اتارے ہوئے اسلام کامل میں یہ اجازت بھی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں دراصل اسلامی جمہوریت کا تعارف ہی نہیں کرایا گیا۔ یہاں جو کچھ ہے 'وہ' مغربی جمہوریت' ہے۔ یہ وہی نظام حکومت ہے جس کے بارے میں مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے !

اور اس سے بھی پہلے،

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری

پھر فارسی میں

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

میراتھن ریس ناقابل برداشت ہو، اور عورتوں کے الیکشن میں حصہ لینے پر قدغن نہ ہو، یہ کتاب وسنت کے مطابق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عورتوں کے لئے 'پردہ' ضروری ہے۔ مگر کیا کیجئے اس ملک کے دانشوروں کی عجیب صورت حال ہے۔

جس طرح مشرف کا اپنا 'معتدل روشن خیال' اسلام ہے۔ یونہی ان لوگوں نے اپنے ذوق کے فریم میں 'اسلام' کی تصویر اپنی مرضی کے مطابق ٹانک لی ہے۔ مثلاً 'حق گوئی' میں عالمی شہرت حاصل کرنے والا مجید نظامی ایڈیٹر نوائے وقت 'اسلام' کے حق میں بہت پر زور لکھتا ہے مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اسے اپنے اخبار میں حیا باختہ عورتوں کی تصاویر چھاپنے سے 'حیا' کیوں نہیں آتی۔ وہ کتاب و سنت سے زیادہ قائد و اقبال کے حوالے دیتا ہے، تو اسی اقبال کا جمہوریت کے بارے میں نقطہ نظر آپ نے ملاحظہ فرمایا، مجید نظامی یہاں بھی 'اقبال' کا منکر ہے۔ کتاب وسنت کی رو سے عورت کو سربراہ مملکت بنانا جائز نہیں مگر نظامی صاحب کو یہ بھی برداشت ہے وغیرہ

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے ایسے ہی جیالوں کی برکت ہے کہ یہاں 'اسلام کے حقیقی' کو پس پشت ڈالا گیا اور اپنے اچھے برے نظریات کو 'اسلام' کا نام دے دیا گیا۔ اس دورنگی نے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ کتنے غضب یا افسوس کی بات ہے کہ وہ لوگ جنھیں اسلام کا ٹھیکیدار سمجھا جاتا ہے 'اسلام' کے بارے میں یہ رویہ رکھتے ہیں الغرض ہمیں امید تھی کہ 'سید' مشرف کے دور میں قوم کی اسلامی خطوط پر غیرت وحمیت کے عنواں سے تربیت ہوگی مگر افسوس یہ 'سید زادہ' بھی اس سید زادے کی طرح ہے جس کو مخاطب کر کے اقبال نے فرمایا تھا۔

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا زناریٔ برگساں نہ ہوتا

ہاں ہاں ملک کی داخلی وخارجی پالیسی تعلیمی و معیشی نظام، تہذیب وتمدن کی صورت غرض ہر سانچے کو کتاب وسنت کی تعلیمات پر پیش کیجئے، جوشئی بھی اس معیار پر پوری نہ اترے، اسے باہر پھینکئے۔ ورنہ اس وقت تو ہمارے اکثر وزراء اور امریکی و برطانوی وزراء اکٹھے ہوں تو یہ پہچاننا مشکل ہوتا ہے کہ اپنا کون ہے اور غیر کون ہے۔ یہی حال پروفیسروں کا ہے اور دوسروں کا ہے۔ یہی حال اکثر دوسرے ممالک کے مسلمان کہلانے والے حکمرانوں کا ہے مجھے امید ہے اگر اب بھی پاکستان کے حکمران توبہ کرلیں تو قوم وملک بھی اور یہ خود بھی مضبوط ہو جائیں گے۔ اور اس انقلاب کے صالح اثرات سارے عالم اسلام تک پھیل جائیں گے کاش وہ دن جلد آجائے کہ ہم اپنی آنکھوں سے شرق وغرب میں اسلام کا جھنڈا لہراتا دیکھ سکیں۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم سیدنا رحمۃ للعلمین علیہ وعلی آلہ واصحابہ؟ الصلوٰۃ والسلام و بجاہ سیدی ومرشدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ

یہ تصورات باطل، تیرے آگے کیا مشکل، تیری قدرتیں ہیں کامل
انھیں راست کر خدایا میں انھیں شفیع لایا

سگ بارگاہ حضور نقش لاثانی

آسی

اسلام اور شیطان کے سپوت

قسط: 8

پروفیسر محمد حسین آسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیطان انسان کا پہلے دن سے دشمن ہے۔ اس نے اپنے دشمن کو نقصان پہنچانا اپنا مقصدِ حیات بنالیا ہے۔ یہ دوست کے بھیس میں آتا ہے اور دھوکا دے کر اپنا مطلب نکالتا ہے۔ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کے ساتھ بھی اس نے یہی کیا یعنی خیر خواہ بن کر انھیں ممنوعہ درخت کے بارے میں لغزش میں ڈال دیا۔ جو چیز انسان کے لئے مضر ہو، اسے مفید ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جو جتنی زیادہ مضر ہو، اتنی ہی زیادہ مفید بتاتا ہے، یونہی اس کے برعکس جو جتنی مفید ہو' اسے اتنی ہی زیادہ مضر ظاہر کرتا ہے۔ پھر جب انسان مکمل طور پر اس کے پھندے میں پھنس جاتا ہے تو اسے بھی شیطانِ کامل بنا دیتا ہے۔ چنانچہ جو کام شیطانِ اکبر کرتا ہے' وہی اس کا یہ روحانی فرزند یا چھوٹا شیطان سرانجام دیتا ہے۔ بعض اوقات یہ چھوٹے شیطان ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیتے ہیں کہ خود شیطان اکبر بھی انگشت بدنداں رہ جاتا ہے اور اپنے ان معنوی فرزندوں کو شاباش دیتا ہے۔ اسی بنا پر میں انھیں شیطان کے سپوت کہہ رہا ہوں۔ مثلاً بڑے شیطان نے خدا کو تو بیشمار سجدے کئے اور اسے اپنا معبود واحد ہی مانتا رہا، انکار کیا تو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے کیا۔ اس کے بعد بھی اسے خالق، رب، واحد، معبود مانتا رہا ہے۔ مگر ماضی بعید میں اس کے سپوت نمرود اور فرعون وغیرہ نے ڈٹ کر خود کو خدا کہلوایا اور سچے خالق کی مخلوق سے اپنی عبادت کراتے رہے۔ ابوجہل بھی اس کا قابل فخر سپوت تھا جو سمجھ بوجھ رکھنے کے باوجود محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کا مقابلہ کرتا رہا۔ سمجھ بوجھ کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ روایات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے دعوئ نبوت (معاذ اللہ) غلط نہیں سمجھتا تھا مگر شیطانِ اکبر نے اسے اس کے نفس کے ذریعے اپنے تکبر کا وارث بنایا اور جس طرح آدم علیہ السلام کے سامنے نہیں جھکا تھا، اسے بھی اصل آدم و عالم حضور نبی خاتم ﷺ کے مقابلے میں کھڑا رکھا۔ ایک اعتبار سے دیکھیں تو حضرت آدم علیہ السلام سے حضور پرنور ﷺ کی عزت و عظمت زیادہ ہے لہذا ماننا ہوگا کہ اس اعتبار سے شیطان سے اس کا روحانی فرزند ابوجہل گستاخی وانکار و کفر میں نمبر لے گیا۔ آپ نے گذشتہ قسط میں دیکھ لیا ہوگا کہ دونوں کے طرز فکر میں کتنی یکسانیت اور ہم آہنگی ہے کہ دارالندوہ میں ابوجہل کے سوا کسی کی رائے بھی شیطان کے معیار پر پوری نہ اتری۔ چنانچہ اس نے ہر رائے ٹھکرا دی مگر اپنے سپوت (ابوجہل) کے لفظ لفظ کی پرزور تائید کی۔

جس طرح شیطان اور اس کے سپوت ہر اس چیز کو مضر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اولادِ آدم علیہ السلام کے حق میں مفید ہو اور ہر مفید چیز کو مضر ظاہر کرنے پر تلے رہتے ہیں یونہی جس کو انسانیت کا خیر خواہ دیکھتے ہیں' اسی کو بدخواہ ثابت کرتے ہیں اور جو انسانیت کا بدخواہ ہو' اسے خیر خواہ کے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ شیطان اور اس کے سپوتوں کو اس سے کیا فائدہ ہے؟ کچھ بھی نہیں، مگر یہ ان کی فطرتِ کج کا تقاضا ہے۔ اُن کا شکار دو جہان کے نقصان اٹھا کر اور ایمان و عمل صالح سے محروم ہو کر دنیا سے جاتا ہے تو شیطان اور اس کے سپوتوں کی گویا اس کی حد تک کامیابی ہوتی

ہے۔اسی طرح جتنے انسان بھی ان کی وجہ سے تباہی کی نذر ہوں گے، ان کی کارکردگی اتنی ہی ان کے لئے باعثِ سکون ہوگی۔گویا اپنا بنا کر مارنا اور برباد کرنا ہی شیطان کے خاندان کا وطیرہ ہے۔آج بھی دیکھ لیں، دورِ حاضر میں بش سے بڑھ کر کون اس کا معتمد ترین سپوت ہوگا۔اس کا بھی تو یہی وطیرہ ہے، یعنی

ع   ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیا ہو

جس طرح وہ بنی نوع انسان کا دشمن ہے اور دوست بن کر انھیں تباہ و برباد کرتا ہے حتیٰ کہ دو جہاں کی پونجی ضائع کر کے انھیں بے یار و مددگار، آخرت کے دائمی عذاب کی طرف دھکیل دیتا ہے، یونہی اس کے بالکل برعکس اللہ کے پاک بندے اللہ کی مخلوق کی خیر خواہی کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں اور ان کی مقصد حیات یہ ہو جاتا ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے بندوں کو دو جہان کے آلام و مصائب سے بچانے کی سعیٔ بلیغ کی جائے۔وہ انسان کو اپنے رب کی معرفت سے نوازتے ہیں اور اس کی رضا جوئی کا جذبہ پیدا کر کے اطاعت و عبادت کے صراط مستقیم پر رواں دواں کر دیتے ہیں۔تسلیم و رضا اور فلاحِ دارین کے اسی صراط مستقیم کا نام 'اسلام' ہے۔

اللہ کا ہر پیغمبر (علیہ السلام) اسی صراط مستقیم یعنی اسلام کی دعوت دیتا رہا اور نفسانی و شیطانی ظلمات سے بچا کر انسان کو ہدایت اور نور کی منزل تک پہنچانے کا چارہ فرماتا رہا، تا آنکہ سب کے آخر میں، سب کے سردار و سالار سید ابرار حضور احمد مختار محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ساری مخلوق کے رسول بن کر جلوہ افروز ہوئے۔یقیناً حضور پرنور ﷺ کی تشریف آوری شیطان اور اس کے سپوتوں کو سخت ناگوار تھی، چنانچہ اس کا اظہار انھوں نے حضور پرنور ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر بھی کیا۔حضور رحمۃ للعلمین ﷺ نے اس وضاحت و وجاہت سے اللہ کا پیغام سنایا کہ نہایت ہی قلیل مدت میں دنیا کا سب سے بڑا انقلاب رونما ہو گیا (حالانکہ گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سینکڑوں برس کی مساعی جمیلہ سے بھی اس قسم کی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی) اصل میں ہدایت کے ذرائع مثلاً سیرت و صورت کی برکات، علمی و عملی کمالات اور تصرفات و معجزات جو باقی انبیاء علیہم اسلام کو الگ الگ عطا ہوئے تھے، ان سب کو ملا کر بلکہ اس میزان سے بھی بہت زیادہ اللہ کریم نے اپنے سب سے بڑے محبوب رسول ﷺ کو عطا فرمائے تھے۔مثلاً تمام انبیاء علیہم اسلام کو بنی نوع انسان کی خیر خواہی و ہمدردی کے جو جذبات عطا ہوئے تھے، ان سب کے مجموعے سے بھی زیادہ اسی نبیٔ راحم و خاتم ﷺ کو بخشے گئے، وہ سب حضرات اپنی اپنی مختصری امت کے لئے رحمت تھے، مگر یہ سب کا آقا و مولا اور ان سب کا بھی نبی و رسول ﷺ ساری کائنات کے ذرے ذرے، پتے پتے، قطرے قطرے کے لئے بھی رحمت یعنی رحمۃ للعلمین بن کر آیا۔

اس محبوب اکرم و اعظم و افخم ﷺ نے انسان کو راہ پر لانے کیلئے کفار کی سنگدلانہ حرکات کو برداشت کیا مگر ان کے لئے دعائے ہلاکت نہ کی، (جیسا کہ گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام آخر کار تنگ آ کر اور کافروں کے ایمان سے مایوس ہو کر ان کے خلاف دعا کرتے تو بڑے بڑے عذاب آئے جو انھیں تہس نہس کر گئے۔مگر یہ آخر میں تشریف لانے والا تو مسلمانوں ہی کے لئے نہیں سب کے لئے رحمت بن کے تشریف لایا تھا لہذا کفار کے مطالبہ عذاب کے باوجود ان پر عذاب نہ بھیجا گیا۔

قربان جائیں اس رحمت کے کہ بدترین کفار کا بدترین مطالبہ، یعنی دشمن یہ دعا نہیں کر رہے کہ اگر یہ حق ہے تو ہمیں ماننے کی توفیق عطا فرما۔بلکہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اگر یہ حق ہے تو ہم پر پتھر برسا یا سخت عذاب نازل کر۔دیکھئے ان کے اپنے الفاظ

و اذ قالوا اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندك فا مطر علینا حجارۃ من السماء او ئتنا بعذاب الیم○

(الانفال:۳۲)

ترجمہ: اور جب بولے کہ اے اللہ اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لا

اب اس کا جواب ملاحظہ ہو اور رحمۃ للعلمین ﷺ کے صدقے کی برکت دیکھئے۔ جواب ملتا ہے

وما کان الله لیعذ بهم و انت فیهم طوما کان الله معذ بهم و هم یستغفرون○

(الانفال:۳۳)

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں (یعنی ان کافروں کے گلی محلوں کے مسلمان فقرا یا ان کافروں کی پشتوں میں آنے والی مسلمان نسل جو استغفار کرے گی)

رحمۃ للعلمین ﷺ کی یہ شان رحمت بھی گویا ان کے ہر وصف کی طرح غیر محدود، غیر مسدود، بے مثال اور لازوال ہے۔ کفار کی شقاوت کا حال دیکھئے اور رؤف ورحیم آقا ﷺ کے حلم و بردباری کو سامنے لائیے

ہیں دعائیں سنگِ دشمن کے عوض کس قدر نرم ایسے پتھر کا جواب

کتنے ظالم ہیں شیطان کے سپوت جو ہمیں لطف و کرم کے اس بحرِ زخار ﷺ سے دور کر کے جور و جفا کی تیرہ و تاریک شیطانی گھٹاؤں کے سپرد کرنا چاہتے ہیں، یہ بدبخت جن کی فطرت مسخ ہو چکی ہے اور فکر و نظر پر شیطانی تعصب کی پٹی بندھ چکی ہے، ان سے ہمارا خطاب نہیں۔ ہاں وہ لوگ جن میں انصاف کی تھوڑی سی رمق موجود ہے اور جنہیں سچ کہنا دشوار ہو تو کم از کم سچ سوچنا دشوار نہیں، آخر حضور پرنور ﷺ نے اور آپ کے جاں نثار و وفادار غلاموں نے جو اذیتیں دیکھیں، ان کا سبب کیا تھا؟ کیا حضور انور ﷺ صرف توحید اور اپنی رسالت کا پیغام ہی دیتے تھے یا اس کے ساتھ کچھ اخلاقی و معاشرتی شقیں بھی تھیں۔ کیا حضور ﷺ غریب و کمزور اور ظلم رسیدہ انسانوں کے حقوق کی بات نہیں کرتے تھے، کیا آپ نے زندہ درگور ہونے والی بچی کا ساتھ اس کے اپنے بے رحم باپ کے مقابلے میں نہیں دیا۔ آپ نے فرعون سرشت آقاؤں کے ظلم و ستم کی چکی میں پسنے والے غلاموں کی دادرسی نہیں فرمائی، کیا آپ نے خود عورت کو اور دوسروں کو اس کی عظمت سے آشنا نہیں کیا، کیا اللہ کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مزدوروں کو ان کے حقوق دینے کا حکم نہیں دیا۔ انسانیت سے کوئی بھی ہمدردی رکھنے از راہ کرم بتائے مکہ معظمہ کی سرزمین میں اس وقت یہ ساری باتیں کتنی دشوار تھیں، کیا اس وقت کوئی آواز بھی ان سے زیادہ مضبوط و موثر ان کے حقوق کے لئے اٹھی، ایک مکہ معظّمہ ہی کیا، پورے عرب میں، عرب ہی نہیں سارے عجم میں یعنی پوری دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا تھا جس نے کمزوروں، غلاموں، یتیموں، بیواؤں، زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کی حمایت کا ایسا اعلان کیا ہو، چلو اس وقت کی بات چھوڑو، اس کے بعد ہی سہی، آج تک کا تمام عرصہ سامنے رکھو، مشرق و مغرب کی تاریخ الٹ پلٹ کر کے دیکھ لو، شمال و جنوب کی علمی کاوشیں کھنگال ڈالو، بتاؤ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے بڑھ کر انسانی حقوق کے لئے کس نے موثر ترین آواز اٹھائی اور کس نے بنی نوع انسان کے مسائل کا بہترین حل پیش کیا۔ اللہ کے حبیب لبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کون ہے جس نے ساری انسانیت کو حق و انصاف کے پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دی، اسے عدل و مساوات سے آگاہ کیا، اسے رحم و کرم سے آشنا کیا، اسے ایثار و مواسات سے ہمکنار کیا، اسے صدق و صفا سے نوازا اور جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر علم و فضل کے اجالوں تک پہنچایا۔

اے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلامو! اے رحمۃ للعلمین (ﷺ) کے احسان شناسو! شیطان اور اس کے سپوتوں کے منہ پر تھوکیے، وضو کیجئے اور مل کر اپنے نبی کے گیت گائیے۔

بشر کو فرش ذلت سے اٹھایا کملی والے نے ﷺ
فرشتوں سے اسے اونچا اڑایا کملی والے نے ﷺ
نبوت کے یقینی علم کا کر کے اسے وارث
ظن و تخمیں کی ظلمت سے بچایا کملی والے نے ﷺ

ارے بندہ جو تھا ہاتھوں گھڑے اصنام باطل کا
اسے معبودِ برحق سے ملایا کملی والے نے ﷺ

جو نازاں تھا خباثت پر ، جہالت پر ، سفاہت پر
اسے عرفان کا نشہ چڑھایا کملی والے نے ﷺ

جو تھا جنسِ سرِ بازار اس بازارِ ہستی میں
اسی کو رونقِ ہستی بنایا کملی والے نے ﷺ

سمجھتا تھا جو ہر چھوٹی بڑی شے کو خدا اپنا
رہِ توحید پہ اس کو چلایا کملی والے نے ﷺ

خدائی بھر میں خود کو سب سے کمتر جو سمجھتا تھا
خدائی کا اسے حاکم بنایا کملی والے نے

کھلیں آنکھیں تو ہر شے کی حقیقت ہو گئی روشن
اسے جب خوابِ غفلت سے جگایا کملی والے نے ﷺ

بشر کو رحمت دارین ﷺ نے رحم و کرم بخشا
درندوں سے اسے بدتر جو پایا کملی والے نے ﷺ

غرض انساں کو جس شے کی ضرورت تھی اسے بخشی
چھڑانا جس سے بہتر تھا ، چھڑایا کملی والے نے ﷺ

ہمارے نقش لاثانی نے آسی خوب فرمایا
کہ ہے انسان کو انساں بنایا کملی والے نے ﷺ

پھر یہ انقلاب، ہاں انسان کو انسان بنانے والا یہ انقلاب، جس کے اثرات صدیوں پر محیط ہیں، صدیوں تک مکمل نہیں ہوا، نہیں، اسے ایک صدی بھی نہیں لگی، ربع صدی کے اندر اندر عرب کی شرک آلود فضا کو پاک کر کے ارد گرد ممالک کو بھی لپیٹ میں لینے لگا اور ابھی بمشکل نصف صدی گزری ہوگی کہ دنیا بھر میں اس کا چرچا ہو گیا تھا بلکہ روئے زمین کا خاصہ رقبہ اس کے نور سے منور ہو چکا تھا۔

ہاں ہاں یہ محض عقائد کا انقلاب نہیں تھا، اگر چہ اس کی بنیاد عقائد پر تھی، یہ زندگی کے ہر شعبے کو پاک کرنے والا انقلاب تھا اور ایمان فکر صحیح کا نام ہے تو فرمایئے فکر صحیح کے بغیر عمل صحیح کے وجود میں آنے کی صورت ہی کیا ہے۔ کوئی شخص خدا کی مخلوق کی خدمت کرنا چاہیے تو فرمایئے خدا کو مانے بغیر وہ کس جذبے سے، کس تعلق سے، کس خیال سے خدمت کرے گا بلکہ خدمت کرنا چاہے گا۔ اگر ایک پیدا کرنے والے کا عقیدہ نظر انداز کر دیا جائے تو حامد اور محمود میں کونسا تعلق ہوگا جس کی بنا پر وہ ایک دوسرے کی خدمت کرنا چاہیں گے۔ ہاں اللہ کو سب کا خالق ماننے والا اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا کہ اللہ کو اپنی مخلوق سے محبت ہے اور مخلوق کی خدمت کرنے والا اللہ کے ہاں محبوب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس کے محبوب اکرم و اعظم ﷺ کا جو اس کے سب سے بڑے راز دار ہیں' فرماتے ہیں

الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیاله (البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا گھرانہ ہے، پس مخلوق میں اللہ تعالیٰ کو سب سے پیارا ہے جو اس کے گھرانے سے اچھا سلوک کرے۔

ظاہر ہے خالق کو ماننے والا خلق کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ بلکہ اپنے خالق کی رضا جوئی کے لئے دن رات اس کی مخلوق سے پیار کرے گا اور اس کی خدمت کو حیات مستعار کا نصب العین بنالے گا۔ پھر جب اس کا یہ عقیدہ بھی اس کی نیت میں اخلاص بھرتا رہے گا کہ اس کا خالق، مالک اس کے ایک ایک خیال، ایک ایک عمل، ایک ایک بات اور ایک ایک ادا کو بھی جانتا ہے' تو اندھیرے اجالے اور خلوت جلوت میں مخلوق کی خدمت سے دستبردار نہیں ہوگا خصوصاً جب اسے یہ معلوم ہو کہ لوگوں کو دکھانے کی نیت سے نہیں' اللہ کو راضی کرنے کے لیے خدمت کرنی چاہیئے تو ظاہر ہے وہ اسے عبادت سمجھے گا۔ چنانچہ یہ ہدایات خود اللہ کے سب سے بڑے رسول ﷺ نے واضح انداز میں ارشاد فرمادیں' مثلاً ایک حدیث پاک میں فرمایا (ترجمہ) تین شخص ہیں جنھیں اللہ دوست رکھتا ہے۔ ایک تو وہ جو رات کو اٹھ کر کھڑا ہوا اور قرآن کی تلاوت کرے۔ دوسرا وہ شخص جو (نفل) صدقہ دے دائیں ہاتھ سے یوں کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ تیسرا وہ شخص جو کسی لشکر میں شامل ہو' اس کے ساتھیوں کو شکست ہوگئی ہو اور وہ دشمن کے سامنے کھڑا رہے (ترمذی)

بتایئے اس کی مثال کس مذہب' کس فلسفے اور کس نظریے میں ہے۔ پھر میرے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء نے اسی کو عظمت انسان کا معیار دیتے ہوئے فرمایا

خیر الناس من ینفع الناس (کنز العمال جلد ۱۶)

ترجمہ: انسانوں میں بہترین وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچائے۔

محبوب کریم علیہ الصلوۃ والسلام پر اترنے والا قرآن ابدی' حضور پرنور ﷺ خود جاودانی اور آپ کی تعلیمات اٹل، لہذا انسانیت کا یہ معیار اسی دور مقدس تک نہیں تھا بلکہ آج بھی وہی انسان سب سے بہتر ہوگا جو دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔ لہذا کوئی سچا مسلمان خدمت انسانیت کے جذبے سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ یہ تفصیل کا موقع نہیں، انشاء اللہ آئندہ اقساط میں ایمان کے فائدے، انقلابِ محمدی کی انفرادیت' صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا خدمت خلق کے حوالے سے طرز عمل بیان ہوتا رہے گا تاکہ منصف مزاج لوگ شیطان کے سپوتوں کی خرافات کا جائزہ خود لے سکیں جو سچے مذہب کو بھی انسان کے لئے مضر جانتے ہیں۔

یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کچھ عرصہ بعد ہی تحریک تصوف چلی جس کا مقصد تھا فکر و عمل کی کامل اصلاح۔ چنانچہ اپنے اپنے دور میں ہمارے صوفیاء ہی قرآنی تعلیمات کی عملی تفسیریں تھے۔ یہ حضرات عیسائی راہبوں اور ہندو جوگیوں کی طرح دنیا سے الگ تھلگ ہو کر مراقبوں اور مجاہدوں کے لئے وقف نہیں ہوتے تھے کتاب وسنت کی روشنی میں زندگی دنیا میں رہ کر گزارتے اور اپنی اصلاح کرکے پھر دوسروں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ ان کی توجہ بھی محض عقائد و عبادات کی طرف نہیں تھی بلکہ انسانیت کی خدمت بھی ان کی نظر میں اہم تھی بلکہ اتنی اہم کہ بقول شیخ سعدی

طریقت بجز خدمت خلق نیست

بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

گویا جو جتنا صوفی ہوتا ہے اتنا ہی عالم' اتنا ہی عامل' اتنا ہی مرتاض و مجاہد اور اتنا ہی مخلوق خدا پر شفیق و مہربان ہوتا ہے۔

یہ شمارہ زیادہ تر ربیع الآخر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی نسبت قطب الاقطاب غوث الاغیاث، فرد الافراد، سند الاسناد، سید الاسیاد، واہب المراد، شہنشاہ بغداد، محبوب سبحانی، غوث صمدانی حضور پرنور شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی سے ہے۔ چونکہ صوفیاء کے متعلقہ فیصلے کی روشنی میں آپ پیرِ پیراں، میرِ میراں ہیں، اس لئے مخلوق خدا پر آپ کی شفقت و رحمت دوسرے صوفیہ و اولیاء علیہم الرحمۃ سے بھی زیادہ تھی۔ اس ضمن میں تبرکاً

ایک دو باتیں درج کی جاتی ہیں۔ (انھیں مناظر اسلام حضرت مولانا ضیاء اللہ قادری علیہ الرحمۃ کی سیرت غوث الثقلین سے نقل کیا جارہا ہے اس لئے بھی کہ انھیں ثواب پہنچے)

ا۔ ''شیخ عبداللہ جبائی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک کھانا کھلانا اور حسن اخلاق افضل واکمل ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا' میرے ہاتھ میں پیسہ نہیں ٹھہرتا، اگر صبح کو میرے پاس ہزار دینار آئیں تو شام تک ان میں سے ایک پیسہ بھی نہ بچے۔ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کردوں اور لوگوں کو کھانا کھلاؤں۔'' (قلائدالجواہر ۸)

۲۔ مفتی عراق فرماتے ہیں کہ آپ کی بارگاہ بیکس پناہ سے کوئی سائل کبھی خالی واپس نہیں جاتا تھا۔ (قلائدالجواہر ۹ او غیرہ)

۳۔ ایک دفعہ ایک شخص کو آپ نے کچھ مغموم اور افسردہ دیکھ کر پوچھا' تمھارا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کی حضور والا! دریائے دجلہ کے پار جانا چاہتا تھا مگر ملاح نے بغیر کرایہ کشتی میں نہیں بٹھایا اور میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ دریں اثنا ایک عقیدتمند آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور تیس دینار نذرانہ پیش خدمت کیا۔ آپ نے وہ تیس دینار اس شخص کو دیئے اور فرمایا جاؤ! یہ تیس دینار اس ملاح کو دے دینا اور کہہ دینا کہ آئندہ وہ کسی غریب کو دریا عبور کرانے سے انکار نہ کرے۔

نیز اپنا قمیض مبارک اتار کر اسے عنایت فرمایا اور پھر اس سے بیس دینار میں خرید لیا۔ (قلائدالجواہر۔ تحفہ قادریہ)

۴: آپ روزانہ روٹیاں پکوا کر غرباء اور فقراء جو حاضر خدمت ہوتے، ان میں تقسیم فرماتے اور جو کچھ بچ جاتا، مغرب کے بعد آپ کا خادم مظفر نامی روٹیاں لے کر کھڑا ہو جاتا اور بآواز بلند اعلان کرتا کہ جس کسی کو روٹی کی ضرورت ہو لے جائے، اگر کوئی مسافر کھانا کھا کر رات بھی بسر کرنا چاہتا ہے تو وہ یہاں رات بھی بسر کرسکتا ہے۔ (قلائدالجواہر)

۵: روزانہ شب کو آپ کا دسترخوان بچھایا جاتا تھا جس پر آپ اپنے مہمانوں کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے غرباء و مساکین کے ساتھ آپ زیادہ بیٹھا کرتے تھے، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی تناول فرماتے۔ طلبہ بھی کثرت تعداد میں آپ کے دسترخوان سے ہی کھانا کھاتے۔ (قلائدالجواہر)

۶: شیخ ابو محمد طلحہ بن مظفر علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام مجاہدہ کے ایک دن کا تذکرہ فرمایا کہ ابتدا میں ایک دفعہ مجھ کو بیس دن تک کھانے کو کچھ بھی میسر نہ ہوا۔ ایوان کسریٰ کے کھنڈرات میں گیا تاکہ کوئی پھل یا اور کوئی مباح چیز کھانے کیلئے مل جائے۔ وہاں دیکھا کہ مجھ جیسے ستر درویش اور تلاش رزق میں مصروف ہیں۔ یہ دیکھ کر میں بغداد کی طرف لوٹا۔ راستے میں مجھے ایک شخص ملا اور اس نے مجھے کچھ رقم دی اور کہا یہ آپ کی والدہ محترمہ نے بھیجی ہے۔ میں وہ رقم لے کر سیدھا ان ستر درویشوں کے پاس گیا۔ اور اس میں سے تھوڑی سی رقم اپنے پاس رکھ کر باقی ان میں تقسیم کردی۔ جو رقم اپنے لئے رکھی تھی اس کا کھانا خریدا اور بہت سے مساکین کو مدعو کر کے کھایا (قلائدالجواہر)

۷: آپ کے فرزند ارجمند سیدنا عبدالرزاق قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ سفر حج پر روانہ ہوئے تو کثرت سے خدام آپ کے ساتھ تھے۔ موضع حلہ نزد بغداد میں پہنچے تو خدام سے فرمایا' اس بستی میں سب سے زیادہ مفلس و نادار گھر تلاش کرو چنانچہ ایک گھر مل گیا جس میں دو بوڑھے مرد و زن اور ایک بچی تھی۔ حضرت خود تشریف لے گئے اور ان سے رات بسر کرنے کی اجازت لے لی۔ بستی کے مشائخ اور عقیدتمندوں نے اپنے ہاں قیام کیلئے عرض بھی کی مگر غوث پاک نے اسی مکان میں جلوہ گر رہے۔ ان لوگوں نے بیش بہا تحائف کا انبار لگا دیا۔ آپ اگلے دن یہ سب کچھ اہل خانہ کو دے کر رخصت ہو گئے۔ گویا ایک ہی رات بیکس و نادا گھرانہ اچھا خاصا مالدار بن گیا۔ (اخبارالاخیار)

شیطان کے سپوت جو چاہیں کہیں مگر دیکھ لیں اسلام اصلاح فکر و عمل کی وہ تحریک ہے جس کا مقصد انسانیت کے مسائل حل کرنا ہے۔

☆......☆......☆

اتحاد ملت (۲۷)
کی ضرورت و صورت

پروفیسر محمد حسین آسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانی کیا ہے؟: بات یہ ہو رہی تھی کہ اتحاد ملت کے لئے سب سے زیادہ اہم محبوب خدا حضور سرور دوسرا علیہ التحتیہ والثناء کی محبت وغیرت کے چراغ مسلمانوں کے دلوں میں روشن کرنا ہیں۔ جس حد تک اس چراغ جلانے میں کامیابی ہوگی، اسی قدر اتحاد ممکن و مستحکم ہوگا۔ ہم بار بار یہی عرض کرتے آئے ہیں جس کا دل حضور پر نور ﷺ کی محبت وغیرت سے خالی ہے وہ در حقیقت ملت اسلامیہ کا فرد ہی نہیں اگر چہ لاکھ بار کلمہ پڑھے، نماز و روزہ کی پابندی اختیار کرے اور حج و زکوٰۃ پر کاربند ہو۔ یہ واضح ترین تصور ہے جو قرآن پاک کی متعدد آیات، حدیث پاک کی کثیر روایات اور صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی ان گنت تصریحات سے ہم تک پہنچا ہے۔ حضرت مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا ہے

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا ﷺ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

مجھے مولانا موصوف سے بہت زیادہ تعارف نہیں اور ان کی نثر و نظم کا خاطر خواہ مطالعہ نہیں کر سکا، تاہم یہی دو شعر ان کی عظمت کا پتا دینے کے لئے کافی ہیں اور لگتا ہے کہ ان کی نظم و نثر کا نچوڑ ہیں۔ ان کی مسجد میں بھی دیوار پر یہ شعر کندہ ہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے، میرے ولی نعمت سیدی، سندی و مرشدی حضور قبلہ عالم اعلیحضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب نقشہ نقش لاثانی قدس سرہما النورانی چورہ شریف کے سفر میں ظہر پڑھنے کے لئے اس مسجد میں رکے اور پھر بعد میں مولانا کی قبر پر بھی تشریف لے گئے۔ گاڑی میں دوبارہ بیٹھنے کے بعد میں نے پوچھا 'مولانا (مزار میں) کیسے ہیں؟ فرمایا 'بہت خوش ہیں۔ پھر ارشاد ہوا مولانا کا کوئی شعر سنا۔ میں نے درج ذیل سنایا

یہ کہہ کر حق جتالوں گا محمد ﷺ کی شفاعت پر
کہ آقا تیری خاطر میں نے چکی جیل میں پیسی

میرے حضور پیر و مرشد دیر تک سر دھنتے رہے، واقعی اس شعر میں مسحور کن قوت عشق ہے۔

ہو سکتا ہے بعض لوگوں کو پہچاننے میں مولانا سے کچھ تساہل ہو گیا ہو، تاہم اپنے اللہ جل جلالہ اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے

میں وہ سراپا محبت اور سراپا غیرت تھے۔ مسلمانی کی جو تعریف انھوں نے کی ہے، یہی اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی کا نقطہ نظر ہے۔ فرماتے ہیں

انھیں جانا، انھیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد! میں دنیا سے مسلمان گیا

یہی بات دوسرے پیرائے میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتا تا ہے، انھیں
ایمان یہ کہتا ہے، مری جان ہیں یہ

اسی کی تفسیر میں حکیم الامت اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

بمصطفے ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باؤ نہ رسیدی تمام بولہبی است!

یا ان کا یہ فرمان

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسں، وہی طٰہٰ

منافق کون؟: واللہ جو مسلمان ہے اس کا یہی عقیدہ ہے، اور جو منافق ہے وہ اس حقیقت کے شعور سے بھی محروم ہے۔ حضرت حسن رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ نیاز یوں پیش کرتے ہیں۔

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو، نہ خدا ہو
اللہ کو معلوم ہے، کیا جانئے کیا ہو

منافق کی فکری اساس ہی یہی ہے کہ خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ کتنا غضبناک تضاد ہے کہ جو محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا خدا کے بندوں کو خدا سے ملانے آیا اسی کے بارے میں منافق کی سوچ یہ ہے کہ وہ جدا ہے۔ بلا شبہ منافق کی یہی سوچ ہے جس پر قرآن پاک نے اپنا قہر آلود فتوی دیا ہے۔

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا o اولٓئک ھم الکفرون حقاً واعتدنا للکفرین عذابا مھینا o (النساء: ۱۵۰، ۱۵۱)

ترجمہ: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان وکفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں، یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (کنز الایمان)

مومن رسول ﷺ کو خدا سے جدا نہیں جانتا لہذا اس کے نزدیک اطاعت رسول، اطاعتِ خدا؛ قانونِ رسول، قانونِ خدا؛ محبتِ رسول، محبتِ خدا؛ رضائے رسول، رضائے خدا اور تعظیم رسول، تعظیم خدا ہے (جل وعلاو ﷺ) اس لئے اس کے نزدیک اللہ کو ماننا بھی ضروری ہے اور اس کے رسول ﷺ کو ماننا بھی۔ منافق کے ہاں اللہ کو ماننے کی گنجائش نکل سکتی ہے مگر رسول ﷺ کو دل سے ماننا اسے قطعاً گوارا نہیں۔ اس "قلبی انکار"

کو چھپانے کیلئے وہ 'زبانی اقرار' کا لبادہ اختیار کرتا ہے۔ مگر 'نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا'۔ چنانچہ لاکھوں تکلفات کے باوجود دل کی بات بھی اس کی زبان پر آجاتی ہے اور جب مسلمان غلبے میں ہوں تو وہ رکا رکا رہتا ہے، مگر اگر خدا نخواستہ مسلمان دبے دبے ہوں تو اس کا 'انکار' اور کھل جاتا ہے۔ مولانا اسمٰعیل اسی 'انکار و اقرار' کی پیداوار تھے۔ چنانچہ ان کا مشہور قول ہے 'ایک اللہ کو مان اور کسی کو نہ مان'' (تفویت الایمان)

دیکھا آپ نے اصل سوچ یہی ہے اگر اس سوچ کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہیں تو محض مصلحت کا تقاضا سمجھ کر ان کے اسی پڑھنے کے بارے میں قرآن پاک نے فرمایا

اذا جاء ك المنفقون قا لوانشهدانك لرسول الله و الله يعلم انك لر سول ، و الله يشهد ان المنفقين لكذبون o

اتخذو ايما نهم جنة فصدو ا عن سبيل الله ط انهم ساء ما كانوا يعملون o (المنفقون۔۱۔۲)

ترجمہ: جب منافق تمھارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔ اور انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا تو اللہ کی راہ سے روکا، بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

حضرت اقبال نے اسی حقیقت کی ترجمانی یوں فرمائی ہے

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

مسلمان جو کچھ کرتا ہے یقیناً ایمان کی بنیاد پر کرتا ہے، اس لئے اس کی نماز اور دوسری عبادات و حسنات میں ایک نور و سرور ہوتا ہے مگر منافق اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کیلئے سجدہ و سجود کا اہتمام کرتا ہے ورنہ اسے خدا سے غرض ہے اور نہ اس کی عبادت سے۔

کون خلوص سے پڑھتا ہے اور کون دکھاوے کے طور پر، اس کا سیدھا سا جواب یہی ہے خلوص ایمان کی پیداوار ہے اور دکھاوا نفاق کی، لہذا جس میں ایمان ہے وہ خلوص سے پڑھتا ہے، جس میں ایمان نہیں وہ ریا سے۔ قرآن پاک میں ہے

فويل للمصلين o الذين هم عن صلا تهم سا هو ن o الذين هم يراء و ن o و يمنعون الما عون o

ترجمہ: تو ان نمازیوں کیلئے خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی حقیری چیز (بھی کوئی مانگے تو نہیں دیتے)

اخلاص و تقویٰ کا امتحان: اور اس کا امتحان کیونکر ہو؟ اسی طرح جیسے اللہ نے لیا، یعنی تعظیم نبی علیہ السلام کے ذریعے۔ حکم دیا، خلیفۃ اللہ (حضرت آدم علیہ السلام) کو سجدہ کرو، فرشتوں نے کیا مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ واضح ہو گیا کہ اس کی عبادت میں نور و سرور نہیں تھا، خلافت کا امیدوار تھا اور اسی غرض سے بڑھ چڑھ کر 'عبادت' میں مصروف رہتا تھا۔ معلوم ہوا تعظیم رسول علیہ السلام ہی قلبی تقوے کی سب سے بڑی علامت ہے جیسا کہ سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے مثلاً یہ آیت

ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذين امتحن الله قلو بهم للتقوى لهم مغفر ة و اجر عظيم o

(الحجرات:۳)

ترجمہ: بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

دیکھا آپ نے قلبی تقویٰ کا امتحان کس طرح لیا گیا۔ بہر حال اللہ کے ساتھ ساتھ اس کے رسول ﷺ کو ماننا ضروری ہے، بلکہ رسول کو ماننا ہی اللہ کو ماننے کی بنیاد ہے۔ مختصراً یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننا ایمان، اور اللہ کو رسول اللہ ﷺ کے بغیر ماننا نفاق۔ بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اللہ کو مانے (جیسا بھی مانے) مگر رسول ﷺ کو نہ مانے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ رسول کو مانے اور اللہ کو نہ مانے۔ کیونکہ رسول کو رسول ماننا ہی

اللہ کی نسبت سے ہے، اس لئے کہ رسول کو ماننا اس کو دراصل رسول اللہ یعنی اللہ کا رسول ماننا ہے۔ سو یہ کیونکر ممکن ہے کہ رسول کو رسول مانتے ہوئے اللہ کا انکار کرے۔ اللہ کو سکھ بھی مانتے ہیں، ان کے علاوہ بھی کئی کافر اللہ کو ایک مانتے ہیں تو پھر بھی وہ کافر کیوں ہیں اس لئے کہ ان کا اللہ کے رسول پہ ایمان نہیں۔ مگر رسول اللہ کو ماننے والے سے اللہ کا انکار ممکن و متصور ہی نہیں۔

گر جدا بینی زحق تو خواجہ را
گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

ایک طویل حدیث پاک کے آخر میں فرشتوں کا قول مذکور ہے محمد فرق بين الناس یعنی محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناہی کی ذات (حق و باطل یا کفر و اسلام میں) وجہ امتیاز ہے۔ بہر حال کفر و اسلام میں وجہ امتیاز حضور پرنور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ جو انھیں نہیں مانتا کافر اور جو انھیں مانتا ہے مومن

خلاصہ ہے یہی سب داستان کفر و ایماں کا
کرے انکار جو کافر ؛ جو مان لے، مومن

بعد از خدا: چونکہ مسلمان دل سے مانتا ہے اس لئے رسول مان کر اللہ بزرگ و برتر کے بعد انھیں کو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مانتا ہے لہذا ظاہر ہے انتہائی تعظیم تو اللہ کے لئے ہے مگر اس کے بعد سب سے زیادہ تعظیم کی مستحق ذات پاک ہے جس نے اپنے اللہ کی یہ تعظیم سکھائی۔ یاد رہے تعظیم کے اس انتہائی اعلیٰ درجے کا نام ہی عبادت ہے۔ یقیناً سب سے بڑا بھی ایک ہی ہے (یعنی وحدہ لاشریک) اور انتہائی اعلیٰ درجہ تعظیم یعنی عبادت بھی اسی کے شایان شان ہے۔ اس کے بعد جو تعظیم ہے وہ اسکے حبیب مکرم ﷺ کیلئے ہے مگر چونکہ یہ حبیب پاک ﷺ از خدا ہیں لہذا یہ تعظیم بھی عبادت نہیں بلکہ بعد از عبادت ہے۔ بلاشبہ حضور پرنور ﷺ کے لئے تعظیم ہے مگر عبادت نہیں ہے۔ ہاں چونکہ کوئی نیک کام جب اللہ کو خوش کرنے کیلئے کیا جائے تو وہ بھی گویا اللہ کی عبادت ہے، اس اعتبار سے کسی نبی علیہ السلام کسی ولی اور کسی بزرگ کی تعظیم اس نبی، ولی یا بزرگ کی نہیں، اللہ کی عبادت ہے۔

دیکھئے ایک حدیث پاک

ما من ولد بار ينظر الى والديه نظرة رحمة الا كتب الله له بكل نظرةٍ حجة مبرورة قالوا وان نظر كل يوم مائةً مرةٍ قال نعم الله اكبر و الطيب (بیہقی)

ترجمہ: کوئی نیک بیٹا ایسا نہیں جو اپنے والدین کی طرف نگاہ رحمت سے دیکھے مگر ہر نظر کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک حج مقبول لکھ دیتا ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ خواہ روزانہ سو بار دیکھے۔ فرمایا 'ہاں! اللہ بہت بڑا اور بہت پاک ہے۔

غور فرمایا زیارت والدین کی، عبادت اللہ کی۔

مختصر یہ کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی عبادت نہیں بلکہ تعظیم کی جاتی ہے مگر یہ تعظیم بھی اللہ کی اس لئے عبادت ہے کہ اس کے حکم سے کی جاتی ہے اور ظاہر ہے اس کے حکم کی تعمیل اگر عبادت نہیں تو کیا ہے؟

بات کچھ دور نکل گئی، کہنا یہ تھا کہ مومن تہ دل سے حضور پرنور ﷺ کو اللہ کا رسول مانتا ہے لہذا اس کا تصور یہی ہوتا ہے کہ

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لہذا اس کے نزدیک علم میں اختیار میں، مشکل کشائی و حاجت روائی میں، بلکہ زندہ ہونے میں بھی حضور ﷺ ہی بعد از خدا ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو باقی امت کے استاد ہیں، ان کا یہی تصور تھا اسی لئے بات بات پر وہ اللہ و رسولہ اعلم (یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے) کہا کرتے تھے، مشکل کے وقت رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فریاد کرتے تھے، اور کبھی یہ فریاد سامنے آ کے ہی نہیں، دور دور سے

بھی کرتے تھے۔حضور پرنور ﷺ کے یہ عشاق اپنے آقا و مولا علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیم کے مطابق زمین کے کسی گوشے میں ہوتے نماز میں

السلام علیك ایها النبی

(یعنی یا نبی سلام علیک)

ہی عرض کیا کرتے تھے۔غرض وہ حضور پرنور ﷺ کو خدا کے بعد اور خدا کے ساتھ مانتے تھے۔لہذا ہر وصف کو اسی اعتبار سے دیکھتے تھے۔ منافق چونکہ دل سے رسول نہیں مانتا لہذا ان کے ہر وصف و فضل کا منکر ہے اور ہر اعتبار سے انھیں اپنے جیسا مانتا ہے۔مثلاً اس کے خیال میں وہ علم غیب سے محروم ہیں کیونکہ یہ خود اس سے محروم ہے، وہ حضور پرنور ﷺ کو شفیع نہیں مانتا کیونکہ خود یہ منصب شفاعت پر فائز نہیں وغیرہ وغیرہ۔پھر کیونکہ قرآن حکیم کا یہ علانیہ انکار نہیں کرسکتا اور قرآن حکیم اس محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فضائل و مناقب کو پوری آب و تاب کے ساتھ بیان کرتا ہے تو یہ اس کے لئے سخت پریشانی ہے۔اگر کھلم کھلا یہ کہہ دے کہ 'قرآن حکیم پر میرا ایمان نہیں، تو سارا مکر و فریب کھل گیا اور اگر ایمان رکھے تو حضور پرنور ﷺ اور دیگر محبوبان خدا کے فضائل پر بھی ایمان لانا پڑتا ہے،اس کا حل منافق نے یہ نکالا کہ قرآن پاک پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی برقرار رکھے مگر فضائل و مناقب کا انکار کرنے کیلئے آیات والفاظ قرآن کے معانی میں تحریف و تبدیل کا مرتکب ہو جائے۔گویا قرآن پاک میں تحریف لفظی (جو ناممکن ہے) کی بجائے تحریف معنوی کرتا ہے)

معانی میں کتر بیونت: حقیقت یہی ہے کہ منافق اصولاً اللہ کے محبوبان کرام خصوصاً محبوب اکرم و اعظم ﷺ کے خداداد فضائل و کمالات کو برداشت نہیں کرسکتا لہذا قرآن پاک کے الفاظ بدلے بغیر معانی میں ایسی کتر بیونت کرتا ہے کہ فضائل و کمالات کا نام و نشان نہ رہے۔ظاہر ہے یہ فضائل و کمالات دینے والے اللہ سے لڑائی ہے مگر اسے اس کی کیا پروا؟ اس کے پدر روحانی علیہ اللعنہ جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا کی سنت بھی تو یہی ہے۔ظاہر ہے چند بدقسمت لوگ اس کی تاویلات کے چکر میں آجاتے ہیں مگر اہل ایمان تو اس کو پہچان لیتے ہیں۔مثلاً اللہ جل شانہ کی غیرت کا تقاضا تھا کہ اپنے حبیب اکرم ﷺ کا باب رحمت دکھا کر اپنی مخلوق کو کسی اور کے دروازے پر نہ بھیجے لہذا اس نے ختم نبوت کا تاج سجا کر اپنے اس محبوب کریم کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان کر دیا۔یہ بڑی فضیلت کی بات تھی۔مگر منافق نے یہ تاثر دیا۔تقدم و تاخر زمانی میں کوئی فضیلت ہی نہیں اور اگر حضور ﷺ کے زمانے میں یا بعد میں بالغرض کوئی نبی آجائے تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔

دیکھ لیجئے 'تحذیر الناس' میں خاتم النبیین کے معروف و مخصوص معانی کے انکار کی تفصیل)

خداوند رحیم و کریم نے اپنے حبیب رحیم و کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو سارے عالمین کا آقا و مولا، داتا، مشکلکشا، حاجت روا، کلفت زدا بنا کر ان کے رحمۃ للعلمین ہونے کا سورۃ الانبیاء میں اعلان کر دیا۔قرآن پاک کے تیس پاروں کی رو سے یہ منصب صرف حضور پرنور ﷺ سے خاص ہے۔نفاق کے لئے یہ مرنے کا مقام تھا اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہر مسلمان کو رحمۃ للعلمین کہہ سکتے ہیں۔دیکھئے (فتاویٰ رشیدیہ)

کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ کسی بھی نبی (علیہ السلام) کی علمی و عملی قوتوں اور صلاحیتوں سے زیادہ کسی بھی دوسرے شخص کو نوازا گیا ہو۔مگر نفاق اپنے راہ کی اس رکاوٹ کو بھی دور کرنا چاہتا تھا۔اس نے بکا ''انبیاء علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، رہ گیا عمل تو اس میں امتی نبی کے برابر بھی ہوسکتا ہے اور بسا اوقات بڑھ بھی جاتا ہے''۔(وہی تحذیر الناس دیکھیں) جس میں خاتم النبیین کے معنی بدلے گئے ہیں) اتنا غنیمت رہا کہ انبیاء علیہ السلام کا علمی تفوق تسلیم کر لیا گیا۔مگر کب تک؟ چند دنوں کے بعد نفاق نے پھر پلٹا کھایا اور علمی تفوق کا بھی انکار کر دیا۔حتیٰ کہ معاذ اللہ تاجداران نبوت کے علم کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دے ڈالی، وغیرہ وغیرہ۔

فضل خداداد سے چڑ: یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ منافق کو محبوبان خدا بالخصوص محبوب اعظم و اکرم ﷺ کے ہر خداداد فضل و کمال سے چڑ ہے اور وہ بھی یہاں تک کہ خود تو ماننے سے رہا، اگر کوئی اور شخص اسے بیان کر رہا ہو تو بھی برداشت نہیں کرتا، کوئی اس کے سامنے کلمہ شریف پڑھے تو یہ سیخ پا ہو جاتا ہے اور کوئی درود شریف کا ورد کرے تو اس کے نتھنے پھول جاتے ہیں۔اگر اس کے کان میں نعت شریف کی آواز پڑ جائے تو مر مر جاتا ہے، کوئی

شخص اس کے سامنے حضور انور ﷺ کے معجزات و کمالات کا ذکر کرے تو اس کا پارہ چڑھ جاتا ہے۔ آخر کیوں؟ اسی لئے کہ یہی اس کا مقصد حیات ہے، طرفہ یہ کہ ایمان کا دعویٰ بھی نہیں چھوڑتا اور توحید کا نعرہ بھی لگاتا ہے۔

منافق کا یہ عام رویہ ہے، اور یہ بالخصوص اس وقت ہے جب حالات پر اسے پورا کنٹرول نہ ہو۔ جہاں 'حالات' کو اپنے حق میں سازگار پاتا ہے، وہاں مقدور بھر جنگ وجدل بلکہ کشت وخون بھی ضرور کرتا ہے۔ کیا آپ کو یاد نہیں ضیاء الحق کے دورِ صدارت میں رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر دو شخصوں کو اس بنا پر چھت سے الٹا لٹکا کر اور ڈنڈے مار مار کے شہید کر دیا گیا تھا کہ بھرے اجتماع میں ان کے منہ سے نعرہ رسالت اور بابا شاہ جمال زندہ باد کا نعرہ نکل گیا تھا۔

ایک دردناک واقعہ: مشرک بھارتی حکومت ان جیسے توحید پرستوں سے بہت خوش ہے کیونکہ انھوں نے مسلم لیگ کی مخالفت میں علانیہ کانگرس کا ساتھ دیا تھا (جیسا کہ ان کی فطرت کا تقاضا تھا) چنانچہ وہاں پاکستان کے قیام کے بعد اسلام کی نمائندگی زیادہ تر انھیں اسلام دشمنوں کو دی جاتی ہے اور وہاں انھیں ہندو دہشت گردوں کا ہراول دستہ ہی سمجھا جاتا ہے۔ وہاں ان کا اندازِ فکر وعمل کیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ ملاحظہ ہو؟ جسے کتاب ''افتراق بین المسلمین کے اسباب'' مصنفہ مولانا مبارک حسین مصباحی ایم۔اے سے لفظ بلفظ لیا گیا ہے۔ (یہ واقعہ سرزمین ہند میں چند سال قبل رونما ہوا ہے)

''آغا دریا خان بستی میں ایک نامور اور خوش عقیدہ شخصیت گزری ہے انھیں کے نام سے محلّہ ہے اور انھیں نے ہی یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ مسجد بھی انھیں کے نام سے مشہور ہوگئی اور آج تک اسی خاندان کے لوگ اس مسجد کی نگہداشت اور اہتمام وانصرام کی خدمت کا شرف حاصل کر رہے ہیں افسوس یہ خوش قسمت نوجوان شہید بھی اسی تاریخی خاندان کا چشم وچراغ تھا مسجد میں آج تک تمام معمولات اسلام وسنیت کے مطابق جاری رہے ہیں۔ جن کے شاید اغیار واخیار سب ہیں، کچھ دنوں پہلے مسجد میں وہابی مکتب فکر کا ایک دار العلوم قائم ہوا۔ اساتذہ کا طلبہ کیلئے اس دار العلوم میں ایک مسجد بھی ہے اس دار العلوم کے کارگزار مولوی باقر ہیں ان کے دل ودماغ وہابیت کی روایتی دہشت گردی سے پوری طرح لبریز ہیں۔ ایک دن انہوں نے اپنے چیلوں چپالوں کو لے کر اس مسجد میں دخل اندازی شروع کی اہل محلّہ اور منتظمین مسجد کو یہ سخت ناگوار گزرا مگر جناب اپنی شر انگیز حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے دیکھتے دیکھتے آنکھوں امامت کا مسئلہ کھڑا کر دیا، بات یہاں تک پہنچی کہ سنیوں اور دیوبندیوں کو کوتوالی میں طلب کیا گیا۔ جہاں اتفاق رائے سے یہ صلح نامہ تحریر کیا گیا۔

''مسجد میں دار العلوم کا کوئی دخل نہ ہوگا مسجد دریا خاں کا امام وہی ہوگا جو میلاد کے بعد صلوۃ وسلام پڑھے چراغاں، طاق بھرنا تیوہار وغیرہ پرانی روایات کے طریقے پر کرے اور پیش امام کے پیچھے سبھی لوگ نماز ادا کریں''۔

اس صلح نامہ پر انتظامیہ اور شہر کے ذمہ داران کے دستخط ہوئے مگر مولوی باقر صاحب اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے وہ اپنے دار العلوم کے اساتذہ وطلبا سے کچھ نہ کچھ فتنہ انگیزیاں کراتے رہتے، چشم دید راویوں کا بیان ہے کہ ۲۰ جولائی ۱۹۹۷ء کو اس مسجد میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کا پروگرام تھا بارہ ربیع الاول کی مناسبت سے اس مسجد کو دلہن کی طرح سجا دیا گیا تھا ٹھیک ۷ بج کر ۱۰ منٹ پر مولوی باقر اپنے ہم نواؤں کو لیکر مسجد میں گھس گئے اور ڈیکوریشن توڑنے لگے محلّہ کے مسلمانوں نے مزاحمت کی تو لوگوں کو جان سے مارنے کی دھمکی دی اور چلے گئے پھر نو بجے یہ ظالم ایک سو سے زائد شر پسندوں کو لیکر ڈاکوؤں کی طرح مسجد میں داخل ہو گئے۔ میلاد شریف کی تیاریوں میں مصروف عبد الوحید خاں کے بھائی عبد العزیز خاں اور عبد الرحیم خاں اور دیگر نوجوانوں کو راڈ اور لاٹھیوں سے مارنے لگے کتنے ہی نوجوان سخت گھائل ہو گئے زخمیوں کو فوراً ہسپتال بھیجا گیا عبد العزیز خاں (جن کے سر میں چوٹ زیادہ تھی) کو لکھنؤ بھیجا گیا مگر اپنے نبی کی محفل سجانے والا یہ نوجوان زخموں کی تاب نہ

لاکر راستے ہی میں جام شہادت سے سیراب ہوگیا۔

ایک سوال: اب ایک سوال بار بار دل و دماغ میں ہیجان برپا کر رہا ہے کہ جب وہابی مکتب فکر کے دارالعلوم میں بجائے خود مسجد ہے، اساتذہ، طلبہ اور دیگر لوگ وہاں نماز پڑھتے ہیں پھر مولوی باقر صاحب کو مسلمانوں کی اس مسجد میں نماز پڑھنے کا شوق کیوں پیدا ہوا، کیا اس مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب کچھ زیادہ تھا کہ اس شوق جنوں خیز میں انہوں نے قتل وخون کے دریا سے گزرنے میں بھی کوئی خوف محسوس نہیں کیا۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس سربستہ راز کا انکشاف ان کا ہم عقیدہ ہی کرسکتا ہے، لیجئے پیش خدمت ہے دیوبندی مکتب فکر کا روزنامہ اخبار''راپتی گورکھپور'' کا سنسنی خیز انکشاف

''بستی کے پرانے محلے آغادریا خاں میں وہ مسجد جس کو لے کر آج تنازع ہیں اس کی تعمیر تقریبا ۸۵ سال قبل آغا دریا خاں کے والد آغا علی خاں نے کرائی تھی جس میں لوگ ایک زمانے سے نماز باجماعت ادا کرتے آرہے ہیں۔ اور نماز کے بعد گزشتہ بیس سالوں سے یہاں صلوۃ وسلام پڑھنے کی روایت بھی ملتی ہے۔ مولانا باقر نے مسجد میں ہوئی جدید کاری کا نقشہ اور وقف بورڈ سے حاصل سند سعودی عربیہ کے شیوخ کے سامنے رکھا اور وہاں سے لاکھوں روپیہ چندہ کے نام پر لے آئے اور اسی طریقے کا کام دوسری قدیمہ مساجد کے ساتھ بھی کرتے ہیں پرانی بستی میں واقع ایک مسجد کے سلسلے میں بھی انہوں نے ایسی ہی کوشش کی اور مسجد کے ذمہ داران کی مدد کی پیش قدمی کی مگر لوگ تیار نہیں ہوئے۔ یہاں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں دارالعلوم مدرسہ کے اندر ایک عالی شان مسجد موجود ہے جہاں بچے نماز ادا کرتے ہیں پھر مولانا کو اس مسجد کی مداخلت کی کیا ضرورت تھی۔ حقیقت تو یہ ہے عبدالعزیز کے قتل کے بعد مدرسہ کے مدرس آکر امامت کے فرائض سرانجام دیں گے'۔ (روزنامہ راپتی گورکھپور، ۲۷، جولائی ۱۹۹۷)

یہ تھا اس قتل وغارتگری کا حقیقی پس منظر جس کا انکشاف ایک دیوبندی اخبار نے یہ برملا کردیا۔ اس وقت پورے برصغیر میں دیوبندی اور غیر مقلد مولویوں نے یہ دھندا جاری کر رکھا ہے کہ یہاں کی خستہ حال مسجدوں کے فوٹو اپنے عیاش سعودی آقاؤں کے سامنے پیش کرکے کروڑوں کی رقم لے آتے ہیں جس سے مسجدیں اور اپنی بلڈنگیں زیادہ تعمیر کرا رہے ہیں اور انھیں بدمعاشیوں کے نتیجے میں ہزاروں فتنے جنم لے رہے ہیں اور ہر طرف اختلاف وبدعقیدگی کی وبائے عام جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی جارہی ہے۔

تازہ خبر: اب ایک تازہ خبر ملاحظہ ہو

''سرینگر (کے پی آئی) مقبوضہ کشمیر میں پولیس نے آبی گزر اور حبہ کدل میں اس وقت ڈیموکریٹک پولیٹیکل موومنٹ کے کئی سرکردہ لیڈروں سمیت سو سے زائد حریت کارکنوں کو گرفتار کرلیا جب انہوں نے عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں جلوس نکالنے کی کوشش کی۔ اس دوران سید علی گیلانی کو ان کے گھر میں نظر بند کر رکھا گیا۔ تفصیلات کے مطابق گزشتہ روز عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر آبی گزر سرینگر میں ڈی پی ایم کے قائم مقام چیئرمین سید بشیر اندرابی کی قیادت میں جلوس نکالا گیا جبکہ جلوس میں حال ہی میں رہا کئے گئے ڈی پی ایم کے چیئرمین فردوس احمد شاہ نے بھی شرکت کی۔ جلوس میں شامل مختلف حریت اکائیوں سے وابستہ سینکڑوں حریت کارکن اسلام اور آزادی کے حق میں نعرے بازی کر رہے تھے۔ شرکاء جوں ہی پرتاب پارک میں پہنچے تو پولیس کی بھاری نفری وہاں نمودار ہوئی اور انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن جلوس کے شرکاء نے مزید مزاحمت کی۔ اس پر پولیس نے لوگوں کو منتشر کرنے کے لئے لاٹھی چارج کیا اور 57 حریت کارکنوں کو حراست میں لے لیا۔ گرفتارشدگان میں حال ہی میں رہا ہونے والے فردوس احمد شاہ اور سید بشیر اندرابی کے علاوہ محمد شفیع لون، عبدالخالق بڈگامی، سید اعجاز احمد بھی شامل ہیں۔ اس جلوس کی قیادت سید علی گیلانی کرنے والے تھے لیکن جمعہ کی صبح ہی ان کی رہائش گاہ کے باہر

پولیس کا سخت پہرہ بٹھا دیا گیا اور انہیں گھر میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس دوران سینئر حریت لیڈر شکیل احمد بخشی اور لبریشن فورم کے سربراہ جاوید احمد میر کی قیادت میں عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں جلوس نکالے گئے۔ جلوس کے شرکاء نے حبہ کدل کے راستے زیارت نقشبند صاحب نوہٹہ کی طرف جانے کی کوشش کی لیکن پولیس اہلکاروں کی ایک بڑی تعداد نے انہیں فتح کدل کے قریب روکا اور تقریباً ایک درجن کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا جن میں شکیل احمد بخشی اور جاوید احمد میر کے علاوہ محمد یوسف نقاش، نور محمد، محمد انور، شاہد مقبول، منان بخاری اور خالد فرید شامل ہیں۔ اس دوران شہر کے مختلف علاقوں میں بھی حریت کی مختلف اکائیوں نے جلوس نکالنے کی کوشش کی تاہم پولیس نے ان کی کوشش کو ناکام بناتے ہوئے 20 سے زائد افراد کو حراست میں لے لیا جبکہ حریت کارکنوں سے بھری دو گاڑیوں کو بھی پولیس نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ گرفتار شدگان کو شہر کے مختلف پولیس تھانوں میں بند رکھا گیا ہے۔'' (روزنامہ پاکستان 24 اپریل 2005)

......روزنامہ پاکستان مورخہ ۲۵ اپریل ۲۰۰۵ء کا اداریہ......

''بھارتی فوج نے سری نگر میں عید میلاد النبی کے جلوس پر فائرنگ کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ مقبوضہ ریاست کے شہریوں کے مذہبی حقوق کا بھی احترام کرنے کو تیار نہیں۔ عید میلاد النبی ﷺ کا تہوار مسلمانوں کیلئے انتہائی متبرک اور مقدس خیال کیا جاتا ہے لیکن اس موقع پر بھی بھارتی فوج نے ظلم و جبر کا مظاہرہ کیا ہے اور کشمیری مسلمانوں کو رسول ﷺ کی ولادت کی خوشیاں منانے کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ بھارتی حکومت سے کسی نرمی کی توقع تو عبث ہے لیکن اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ظلم اور زیادتی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اسے مسلمانوں کے متبرک دنوں میں تو ظلم کا سلسلہ بند کر دینا چاہیے۔

غور فرمائیے: قارئین اور ناظرین ان دونوں خبروں پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں اور سوچیں مسلمان اپنے پیارے نبی مکرم ﷺ کی عید میلاد کی خوشیاں مناتے ہیں تو ہندوؤں اور دیوبندیوں کا ردعمل کتنا یکساں ہے گویا دونوں گروہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ اہل ایمان کا حضور جان ایمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ والہانہ تعلق ہو۔ واقعی تحریک پاکستان کے دوران دیوبندیوں نے جو ہندوؤں کا ساتھ دیا تھا اور قائداعظم علیہ الرحمہ کے دو قومی نظریئے کے برعکس ایک قومی نظریہ قبول کر کے قولاً و عملاً اعلان کیا تھا کہ ہندو مسلم ایک ہی قوم ہیں، اس سے مراد اسی قسم کے مسلمان تھے۔ ہاں ہاں ہندو اور دیوبندی ایک ہی قوم ہوں گے۔ کیونکہ عید میلاد النبی ﷺ جیسے مسلمانوں کے مذہبی تہوار کے متعلق دونوں کا ردعمل بالکل ایک سا ہے۔

ہمارا مسئلہ: واللہ اس قسم کے خیالات کا اظہار کر کے ہمیں خود دکھ ہوتا ہے۔ ہم قوم میں انتشار کی فضا پیدا نہیں کرنا چاہتے مگر جب صورت حال اتنی پر ہول ہو تو محض اس لئے اسے قوم کے بہی خواہوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ اس کا حل نکالیں۔

فرمایئے اگر بعض لوگوں کی طرف سے مسلمانوں کے دلوں میں حضور پر نور ﷺ کے خلاف بغض و کدورت کی اشاعت یونہی ہوتی رہے اور اسلام کے لبادے میں چھپے ہوئے کچھ لوگ برسر اقتدار آ کر وہی کچھ کریں جو ان کے منافقانہ جذبات کا اصل تقاضا ہے تو فرمایئے امت کا کیا بنے گا اور ملت کدھر جائے گی۔ ابھی گذشتہ دنوں کی بات ہے کہ کراچی شہر میں ایک موذن کے خلاف اس لئے ایف۔ آئی۔ آر کاٹی گئی کہ اس نے اذان کے ساتھ درود و سلام بھی پڑھ لیا تھا۔ خدا کا شکر ہے چند روز بعد کراچی میں علماء مشائخ کانفرنس تھی جس میں موجودہ وزیر اعظم شوکت عزیز بھی مدعو تھے۔ قائد اہل سنت مولانا شاہ تراب الحق مدظلہ العالی نے اپنی تقریر میں اس واقع کا ذکر کیا اور وزیر اعظم سے مطالبہ کیا کہ اگر حکومت کی یہی پالیسی ہے تو ہم اپنے آقا و مولا علیہ الصلوۃ والسلام کے سینکڑوں غلام یہاں صلوٰۃ و سلام کا (معاذ اللہ) ارتکاب کرتے ہیں، آپ گاڑیاں اور ٹرک وغیرہ منگوا کر ہم سب کو گرفتار کر کے بند کر دیجئے۔ ورنہ اپنی پالیسی کا دوٹوک اعلان کریں۔ وزیر اعظم شوکت عزیز نے اپنی تقریر میں اعلان کیا کہ 'حکومت کی طرف سے صلوٰۃ وسلام پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں'۔ اور پھر تقریر ختم کرنے کے بعد فرمایا 'اب میں دو نعرے لگاتا ہوں' ان کا جواب دیجئے چنانچہ انھوں نے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت خود لگوا کر حاضرین سے اللہ اکبر اور یارسول اللہ کہلوایا۔

یہ ایک واقعہ تھا جو ہو چکا۔ میں اہل فکر و دانش سے پوچھتا ہوں اگر فضل الرحمٰن یا قاضی جیسے لوگوں کی حکومت ہوتی اور یہ قوم پر پوری طرح مسلط ہوتے تو صورت حال کیا ہوتی۔ اس وقت سرحد میں مولانا فضل الرحمٰن گروپ کی حکومت ہے۔ وہاں سے جو خبریں آ رہی ہیں، از حد پریشان کن ہیں۔

نجدی و دیوبندی حضرات اہل سنت کے بارے میں کیا سوچ رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں مختصر دو واقعات پر غور کیجئے جو گذشتہ دنوں ایک ہی شخصیت کے ساتھ پیش آئے۔ ڈاکٹر غلام یٰسین صاحب لاہور کی ایک نواحی بستی میں مقیم ہیں۔ ان کے قریب ایک تبلیغی دستہ براجمان تھا جس میں سے ایک پڑھا لکھا 'دربدر' دعوت تبلیغ دے رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس سے پوچھا بتاؤ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا کیسا ہے تو بولا شرک ہے۔ چند دنوں بعد یہ ڈاکٹر صاحب ایک بس میں سوار اسی علاقے میں سفر کر رہے تھے رش بہت تھا تا ہم تبلیغی جماعت کا ایک فرد تبلیغ فرما رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کے لیڈر سے یہی سوال کیا۔ تو برافروختہ ہو کر بولا 'تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے'۔ پھر یہ صالحین آستین چڑھانے لگے کہ ایک نوجوان بلند آواز بول اٹھا بتاؤ 'یا رسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ تبلیغی جماعت خاموش ہو گئی اور تبلیغ رک گئی۔

فرمایئے، ایک گروپ آپ کو آپ کے سامنے مصلحتاً مشرک نہیں کہتا مگر دل سے مشرک ہی سمجھتا ہے تو کیا ہمیں اس بات پر کوئی نوٹس نہیں لینا چاہیے اور کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر یہی برسر اقتدار آ جائے تو کیا خیر گزرے گی۔ بستی دریا خاں اور سرینگر کا موجودہ واقعہ، رائے ونڈ میں یا رسول اللہ کہنے والے نوجوانوں کو شہید کرنے کا واقعہ، پنجاب یونیورسٹی میں اسلامی جمعیت طلبہ کا 'طرز حکومت' ان سب کو سامنے رکھ کر جواب دینے کی کوشش کریں

ہمارا موقف: اسنیں اور یاد رکھیں ہم اہل سنت کسی کو اس بنا پر کافر نہیں کہتے کہ وہ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں مانتا مگر مخالفین ہمیں اس لئے مشرک ٹھہراتے ہیں کہ ہم اپنے رسول ﷺ کو خدا کے فضل سے حاظر و ناظر کہتے ہیں۔ ہم کسی کو ندائے غائبانہ، علم غیب، ایصال ثواب تقلید وغیرہ کے انکار کی بنا پر کافر نہیں کہتے مگر دشمنان اہل سنت انھیں عقائد و اعمال میں سے ایک ایک کی بنا پر ہمیں مشرک کہتے ہیں۔ الحمد للہ مسلمان حضور پر نور ﷺ کی رحمت کے آئینہ دار ہیں اور بیجا تعصب سے پاک ہیں مگر ہمارے دشمن ہم تو ہم' ہمارے رسول اکرم ﷺ سے بھی بغض و تعصب کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ان کے فضائل و کمالات کے ذکر کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم اگر کسی کو کافر کہتے ہیں تو ضروریات دین میں سے کسی کے انکار پر، اور یہ ہمیں مشرک کہتے ہیں ان عقائد و اعمال کی بنا پر جو صدر اسلام سے متوارث ہیں اور صدیوں پہلے سے ملت کے معمولات میں شامل ہیں۔ فرمایئے اتحاد کی کیا صورت ہو اور ملت کا استحکام کیونکر ہو۔

ایک اور واقعہ بھی پیش نظر رکھئے۔

چند سال پہلے کی بات ہے میں نے مسجد نور شکر گڑھ میں جمعے کے وعظ کے دوران حاضرین سے پوچھا، فرمایئے اگر میں مجدد دین و ملت اعلیحضرت بریلوی قدس سرہ کی تعریف کروں تو کس کو تکلیف ہوگی، بولے 'دیوبندی حضرات کو' پھر پوچھا اگر امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کروں تو کسے تکلیف ہوگی، بولے غیر مقلدین کو، پوچھا 'اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کروں تو پھر کسے؟ بولے 'رافضیوں کو' پوچھا 'اگر اہل بیت اطہار رضوان اللہ عنہم کی مدح سرائی کروں تو پھر کسے' بولے خارجیوں کو' آخر میں پوچھا 'اگر اپنے نبی اعظم و رسول مکرم ﷺ کی مدح و ثنا کروں تو سب نے کہا' کافروں کو'

آپ ہی فرمایئے اس جواب سے آپ کو اتفاق ہے یا نہیں۔

ہمارے لئے دوہرا رونا ہے' ایک طرف حکومت اسلام کو ذبح کرنے کے درپے ہے اور بے حیائی و فحاشی کو وسیع پیمانے پر فروغ دیا جا رہا ہے اور دوسری طرف اسلام کے یہ نمائندے ہیں جن کا شجرہ بغض و تعصب اسلام دشمنوں سے جا ملتا ہے۔ ہم اپنے اللہ سے اس کے حبیب مکرم ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں کہ اصل اسلام کو غلبہ عطا فرمائے اور امت مرحومہ کو اس کے داخلی و خارجی' ظاہری و باطنی دشمنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ آمین۔

☆......☆......☆

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

قسط: ۵۱ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — پروفیسر محمد حسین آسی

آصف بن برخیا: گذشتہ قسط میں آپ حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی اور وزیر تھے کا قرآنی واقعہ اور اس ضمن میں مولانا مودودی کی تفسیری ایمان افروز تصریحات کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ اب آیئے علماء دیوبند کے شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی تحقیقات ملاحظہ فرمایئے۔ پہلے ترجمہ اور پھر حاشیہ

ترجمہ: بولا وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا، میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اس کو پہلے اس سے پھر آئے تیری طرف تیری آنکھ پھر جب دیکھا اس کو دھرا ہوا اپنے پاس، کہا یہ میرے رب کا فضل ہے ص ۸ (ترجمہ آیت سورہ نمل، ص ۴۰)

حاشیہ: ص ۷ واضح یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کا صحابی اور وزیر آصف بن برخیا ہے جو کتب سماویہ کا عالم اور اللہ کے اسماء اور کلام کی تاثیر سے واقف تھا۔ اس نے عرض کیا کہ میں چشم زدن میں تخت کو حاضر کر سکتا ہوں۔ آپ کسی طرف دیکھئے، قبل اس کے آپ ادھر سے نگاہ ہٹائیں، تخت آپ کے سامنے رکھا ہوگا۔

ص ۸ یعنی یہ ظاہر کے اسباب سے نہیں آیا۔ اللہ کا فضل ہے کہ میرے رفیق اس درجے کو پہنچے، جن سے ایسی کرامات ظاہر ہونے لگیں اور چونکہ ولی کی خصوصاً صحابی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ اور اس کے اتباع کا ثمرہ ہوتا ہے اس لئے حضرت سلیمان پر بھی اس کی شکر گزاری عائد ہوتی ہے (تنبیہ) معلوم ہوا کہ اعجاز و کرامت فی الحقیقت خداوند قدیر کا فعل ہے جو ولی یا نبی کے ہاتھ پر خلاف معمول ظاہر کیا جاتا ہے۔ پس جس کی قدرت سے سورج اور زمین کا کرہ ایک لحہ میں ہزاروں میل کی مسافت طے کر لیتا ہے۔ اسے کیا مشکل ہے کہ تخت بلقیس کو پلک جھپکنے میں 'مارب' سے 'شام' پہنچا دے۔ حالانکہ تخت بلقیس کو سورج اور زمین سے ذرہ اور پہاڑ کی نسبت ہے۔ اب جناب تھانوی صاحب کے ذہن رسا کی پرواز ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: جس کے پاس کتاب ص ۲۔ کا علم تھا (غرض) اس (علم والے) نے (اس جن سے) کہا کہ میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر کھڑا کر سکتا ہوں۔ ص ۳۔ جب سلیمان علیہ السلام نے اس کو روبرو رکھا دیکھا۔ تو (خوش ہو کر شکر کے طور پر) کہنے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے۔

اب حاشیہ آرائی دیکھئے

ص ۲۔ اقرب یہ کہ سلیمان علیہ اسلام مراد ہیں۔

ص ۳۔ چنانچہ آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی اور تخت فوراً سامنے آموجود ہوا۔

مولانا مودودی صاحب کی تفسیر: گذشتہ قسط میں مولانا مودودی صاحب کا یہ ارشاد بھی قابل غور اور لائق تحسین ہے۔ اسے دوبارہ پڑھئے اور لطف اٹھایئے

''جن اپنے وجود کی طاقت سے اس تخت کو چند گھنٹوں میں اٹھالانے کا دعویٰ کر رہا تھا، یہ شخص علم کی طاقت سے اس کو ایک لحظہ میں اٹھالایا''۔
(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۵۷۷)

تخت اٹھالانے کے اس واقعے کی توجیہہ کرتے ہوئے مولانا فرمارہے ہیں (جیسا کہ گذشتہ قسط میں یہ بھی گزرا)

''حضرت سلیمان علیہ السلام تبلیغ کے ساتھ ساتھ ملکہ اور اس کے درباریوں کو ایک معجزہ بھی دکھانا چاہتے تھے تاکہ اسے معلوم ہو کہ اللہ رب العلمین اپنے انبیاء کو کیسی غیر معمولی قدرتیں عطا فرماتا ہے اور اسے یقین آجائے کہ حضرت سلیمان واقعی اللہ کے نبی ہیں'' (ص ۵۷۵)

ان دونوں عبارتوں پر غور کر کے اپنے ایمان تازہ کیجئے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا مودودی نے یہاں اہل علم اور پھر تاجداران نبوت کی عظمت کا ذکر جس انداز میں کیا ہے، یہ ان کے مزاج اور عمومی انداز کے خلاف ہے۔ وہ لوگ جو ان کے اسلوب تحریر سے آشنا ہیں، گواہی دیں گے کہ اس قسم کی نیازمندی ان کی فطرت ہی کے خلاف ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انھوں نے اس رسول اعظم واکرم ﷺ کے بارے میں بھی 'غیر معمولی قدرتوں' کا کبھی اعتراف نہیں کیا جن کا امتی ہونے کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں سے اکثر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ادب و تعظیم کی بولی ہی سے ناواقف ہیں اور اس کوچے میں ان کا گزر تک نہیں ہوا۔ مگر یہاں وہ عام انبیاء علیہم السلام کو 'غیر معمولی قدرتوں' سے نوازا ہوا دیکھ کر بہت خوش دکھائی دیتے ہیں اور انھیں ان محبوبان خدا علیہم السلام کے نوازے جانے کا انداز گویا گوارا ہو گیا ہے۔

ع یہ مقام اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

گویا ع 'کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے'

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اگر مولانا اتنی 'سخاوت' نہ فرماتے اور صرف پہلی عبارت ہی ان کے نوک قلم سے ٹپکتی تو بھی بات بہت واضح تھی۔ وہ فرمارہے ہیں کہ 'جن' گویا اپنی پوری جناتی طاقت کے ساتھ جس تخت کو چند گھنٹوں میں لاسکتا تھا اسے ایک آدمی محض علم کی طاقت سے آنکھ جھپکنے سے پہلے لاسکا۔ معلوم ہوا علم میں اتنی طاقت ہے کہ انسان عام انسانی طاقت سے بلندتر ہو جاتا ہے کہ جناتی طاقت بھی اس کے آگے ہیچ ہوتی ہے۔ مولانا کے عقیدتمندوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اولیاء اللہ کے کمالات وتصرفات اسی علم کتاب کی برکت سے رونما ہوتے ہیں۔ ہاں ہاں یہ حیرت کی بات ہے کہ دور حاضر کا اتنا بڑا لیڈر حضرت سلیمان علیہ اسلام کے ایک درباری کے لئے جس عظیم طاقت کا راز سمجھ گیا ہے، اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت کے اکابر کے لئے اسے اس کی سمجھ نہیں آسکی اور اسے آخر تک معلوم نہ ہوسکا کہ جمہور امت حضور سیدنا غوث اعظم، سرکار داتا گنج بخش، حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت بابا فریدالدین گنج شکر، بہاؤالدین زکریا ملتانی اور سیدنا مجدد الف ثانی علیہم الرضوان کی جن کرامات و کمالات کی قائل ہے، ان کا سرچشمہ بھی علم کتاب ہے۔ اور یہ شرک کا نہیں بلکہ توحید ہی کا کرشمہ ہے۔ ازراہ کرم غور کیجئے۔ حضرت آصف برخیا کے جس علم کتاب کا ذکر ہوا ہے۔ وہ خدا کی سب سے افضل کتاب یعنی قرآن حکیم کا علم نہیں تھا۔ بلکہ توراۃ، یا زبور کا ہوگا۔ جب مفضول کے علم میں یہ طاقت ہے تو 'افضل' کے علم کا کیا عالم ہوگا۔ پھر غور کیجئے ان اکابرامت کی عموماً جن کرامات وتصرفات کا اقرار دورجدید کے 'روشن خیال' مفسرین کے لئے ناقابل برداشت ہے، ان میں کتنے کمالات ایسے ہیں جو حضرت آصف بن برخیا کے اس واقعے سے زیادہ یا اس کے برابر محیر العقول ہوں۔ لہذا علم توراۃ وزبور کے چشمہ فیض سے متعلق اتنا حیرت انگیز اور بظاہر عقل شکن واقعہ بھی آپ کو تسلیم ہے تو قرآن پاک کے علم سے مالا مال ہونے والوں کی ماورائی قوتوں کا اقرار بھی کر لیجئے اور یہ اقرار دراصل ان بزرگوں کی طاقت کا نہیں بلکہ قرآن پاک کے علم کی طاقت کا ہے۔ ہاں ہاں، اگر توراۃ وزبور کے فیض کا اقرار ہے تو قرآن پاک کی برکات کا انکار آخر کیوں؟

اور ہمارے 'روشن خیال' مفکرین ومفسرین آخر دوسری امتوں کے ایسے حیران کن واقعات پر ایمان لے آتے ہیں مگر 'خیر الامم' (یعنی سب امتوں کی سردار) کے بارے میں کیوں انکار پاس کا شکار ہیں۔

علم والے کون: اگر اس نکتے پر غور کر لیا جائے تو بھی حقائق واشگاف ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے واقعات جہاں عظمت آدم کے قرآنی تصور اور ایمان کے بے مثال ولاجواب فوائد وفضائل سے پردہ اٹھاتے ہیں، وہاں یہ فیصلہ بھی کر دیتے ہیں کہ علم والے کون ہیں۔ بزرگان دین

جنھوں نے اپنے تصرفات سے ہزاروں لاکھوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا، یقیناً وہ قرآن پاک کا بہت زیادہ علم رکھتے تھے اور ان کی ان قرآنی وایمانی وعرفانی طاقتوں کو دیکھ کر ان کے اللہ پر، ان کے نبی علیہ السلام پر اور ان کے دین پر ایمان لاتے تھے۔ جن لوگوں کو یہ حیرت انگیز قوتیں نہیں ملیں، ظاہر ہے اپنے دعویٰ علم کے باوجود علم کتاب سے محروم ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ محروم لوگ اپنی محرومی پر روتے اور اس کا علاج کرنے کی کوشش کرتے، انھوں نے اس کی بجائے علم والوں کے علم کا اور ان کی مخصوص ومنفرد روحانی طاقتوں کے انکار کا مختصر آسان سا راستہ اختیار کیا کہ جس علم کو پانہ سکیں، اس کا انکار کردیں، یہ ایک روش ہے جو بہت پہلے سے محرومین میں مروج ہے۔

قرآن پاک فرماتا ہے۔

بل کذبو ا بمالم یحیطوا بعلمه (یونس۔۳۹) ترجمہ: بلکہ اسے جھٹلایا جس کے علم پر قابو نہ پایا۔

نبوت کی طاقت: اب ایک اور بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ فرمایئے

مودودی صاحب کے بقول 'علم' کی طاقت کا یہ حال ہے تو نبوت کی طاقت کا کیا حال ہوگا۔ اگر کتاب پڑھنے اور سمجھنے سے آدمی دوسرے ملک سے تخت بلقیس لاسکتا ہے تو کتاب پڑھانے اور سمجھانے والی شخصیت کی طاقت وقدرت کا کیا عالم ہوگا۔ اگر نبی علیہ السلام کی اتباع سے انسان اتنا طاقتور ہو جاتا ہے تو خود نبی علیہ السلام جن کی اتباع کی یہ برکت ہے کی طاقت کا کیا حال ہوگا۔ اگر 'مومن' ایسا قوی ہے، تو مومن بہ (یعنی جس پر ایمان لایا جارہا ہے) کی شان کیا ہوگی۔ حضرت اقبال کا یہ شعر زبان زد خاص وعام ہے

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا　　　نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

واقعی جب مرد مومن کی نگاہ میں لوگوں کی تقدیریں بدلنے کی قوت ہے تو اس کے زور بازو کی قوت یقیناً عام لوگوں کے اندازے سے باہر ہو گی۔ (اور یہ مومن صرف چودھویں صدی کا نہیں بلکہ جب سے سلسلۂ نبوت شروع ہوا اور جب سے انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے کی نیو پڑی)

سچ کہنے پر پابندی: ہمارے ہاں اس بات پر کوئی قدغن نہیں رہ گئی کہ عموماً جو شخص جس کے متعلق جو چاہے دعویٰ کردے اور سچ کے ساتھ جتنا چاہے جھوٹ کی آمیزش کردے، کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں بلکہ یوں لگتا ہے جیسے جھوٹ پر نہیں بلکہ سچ کہنے پر پابندی لگائی جارہی ہے۔ چنانچہ چند ماہ پہلے کی بات ہے مولانا مودودی صاحب کی برسی منائی جارہی تھی۔ اخبارات میں ان کی شان وعظمت کے بڑے قصیدے شائع ہوئے اور معاذ اللہ جس طرح پیپلز پارٹی کے ایک 'لفنگے' نے تقریر کے دوران بھٹو کو قائد اعظم علیہ الرحمہ پر ترجیح دی تھی، یونہی بہت سے مضمون نویسوں نے یہ تاثر دیا کہ قائد اعظم علیہ الرحمہ اور مودودی صاحب میں مکمل فکری ہم آہنگی تھی اور قائد اعظم بھی حسب ضرورت ان سے رہنمائی لیا کرتے تھے۔ مجھے بڑی تکلیف ہوئی کہ ایک طرف ہمارا میڈیا اسلامی تعلیمات کو مسخ کر رہا ہے اور ملک کے بے غیرت حکمرانوں کے حسب منشا اسلام کو ذبح کرنے کے درپے ہے تو دوسری طرف یہ بدنصیب ہیں جو پاکستان یا قوم کی تاریخ ہی مسخ کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے نور نظر مولانا محمد سعید عامر نقشبندی سے ان غلط تاثرات کا ازالہ کرنے کے لئے مضمون لکھوایا اور ایک دوسرے عزیز کو جو ایک کثیر الاشاعت اخبار میں کام کرتے ہیں۔ دے کر اسے شائع کرانے کی تلقین کی تو چند روز بعد اس نے بتایا کہ مضمون شائع نہیں ہوسکتا۔ ان کے بقول اخبارات کے ایڈیٹر ڈرتے ہیں کہ مضمون شائع ہوگیا تو ہمارے دفتر کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔ وہ تھا تخت نشین 'فاسقین' کا کردار اور یہ ہے نام نہاد 'صالحین' کا اسلوب حیات۔

تاریخ نویسی میں پسند وناپسند کیوں؟: خیر یہ دکھ کی بات تو ایک جملہ معترضہ کے طور پر سامنے آگئی ہے۔ اور یہ اس لئے بھی سامنے آگئی ہے کہ فی الواقعہ مجھے اس سے بڑی پریشانی ہے۔ اگر ملت کی تاریخ کو اسی انداز میں تبدیل کیا جاتا رہا تو وہ 'تاریخ' تو نہ رہے گی، سیاسی لوگوں اور مختلف پارٹیوں کی قوت کا مظاہرہ ہی ہو کر رہ جائے گی۔ تاریخ میں تو اپنے پرائے کی تمیز اور اپنی پسند وناپسند کو دخل نہیں ہونا چاہیے بلکہ جو کچھ دنیا میں ہوا اور جس نے جو کچھ کیا' اس کی نقشہ کشی ہونی چاہئے۔ اگر سیاسی لوگ اور سرمایہ دار طبقات نے سیاسی اور سرمائے کی قوت کے بل بوتے پر جو چاہا لکھوالیا تو علمی صورت حال کتنی تاریک ہوجائے گی۔ ہمیں افسوس ہے کہ ایسا ہونا شروع ہوگیا ہے۔ مودودی صاحب ہی کو لیجئے، تحریک پاکستان میں ان کا

کردار کیا ہے؟ جماعت اسلامی کا کوئی فرد حقیقت کے مطابق بات کرنا پسند نہیں کرتا اور حدیث پاک میں محبت کی تعریف میں جو بات زبان رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے نکلی، اسی کا ظہور ہو رہا ہے۔ یعنی

حبك الشيء يعمي و يصم — ترجمہ: تمھارا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا بہرا کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

چونکہ تحریک میں مولانا کا کردار منفی تھا، لہٰذا ان کی عظمت دلوں میں جاگزین کرنے کیلئے ان 'فرشتہ صفت' لوگوں کے لئے جھوٹ مباح نہیں بلکہ فرض ہو گیا ہے۔ اب ایک سے ایک بڑھ کر اپنی نیازمندی' اپنی عقیدت اور اپنے عشق کا ثبوت دینے کیلئے تاریخ گھڑ رہے ہیں۔ یہی حال علمائے نجد و دیوبند کا ہے۔ انھوں نے (دو چار کے سوا) کھلم کھلا قائداعظم کو معاذ اللہ' کافر اعظم' کہا اور علانیہ گاندھی اور نہرو کے آستان 'توحید' پر جبہ سائی کر کے اپنا 'فرض عشق' ادا کیا۔ مگر آج ان کی لکھی ہوئی تاریخ کی کتابیں بالخصوص وہ جو سکولوں کالجوں میں زیر تدریس ہیں، اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ انصاف کا کیسا خون اور حقائق کو کیسا مسخ کیا ہے، ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ قوم خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہے، حکومت کو عیاشی و فحاشی کی اشاعت سے مہلت نہیں؟ جن علماء مشائخ نے قائداعظم کا ساتھ دیا تھا اور انھیں کامیاب کرنے کے لئے دن رات ایک کر دیئے تھے، عموماً ان کی اولاد کو بھی اپنے مورثوں کی عظمت سے زیادہ دلچسپی نہیں۔ غور کیجئے تحریک پاکستان کی تاریخ بہت زیادہ پرانی نہیں۔ اس کے عینی گواہ لاکھوں نہیں تو ہزاروں ضرور ہوں گے، یہ زیادہ سے زیادہ پون صدی کا واقعہ ہو گا اور یہ برصغیر پاک و ہند میں ایسے خوش بخت موجود ہیں جنھیں حضرت قائداعظم اور ان کے ہمنواؤں کی زیارت سے اپنے دیدہ و دل کو سیراب کرنے کے زریں مواقع میسر آئے۔ الحمد للہ میرے ایک ماموں جان ہیں رانا محمد صدیق جو شیخوپورہ سے چار پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر جنڈیالہ روڈ کے کنارے سینگو والیوں کے ڈیرے میں قیام پاکستان کے بعد سے ڈیرے ڈالے ہیں۔ یہ بھی قائداعظم علیہ الرحمہ کے ساتھ مصافحے کا شرف حاصل کرنے والوں میں سے ہیں (اور میں اس نسبت سے بھی ان کے ہاتھ چومتا ہوں۔) مختصر یہ کہ اس صورت حال میں بھی جب آنکھوں دیکھی تاریخ بدلی جا رہی ہے اور بدلنے والے اسلام کے معروف باغی نہیں بلکہ نام نہاد صالحین ہیں کس سے انصاف و دیانت کی توقع کی جائے اور ان جیسے 'انصاف پسند' اور 'حق گو' 'صالحین' سے اسلام کی گزشتہ تاریخ اگر محفوظ رہے تو کیونکر؟ چنانچہ آپ خود دیکھ لیجئے، عموماً موجودہ دور کی لکھی ہوئی کتب تاریخ پہلے ادوار کی لکھی ہوئی کتابوں سے آپ کو مختلف نظر آئیں گی۔ گزشتہ مورخین نے جابجا سلاطین اسلام کے بزرگان دین سے عقیدت کے واقعات اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں اور بزرگوں کی دعاؤں کے ثمرات اور کرامات و تصرفات کا ذکر کیا ہے۔ ماضی کی تاریخ بتاتی ہے۔ جہاں فرزندان اسلام نے جہاد اسلام کے موقع پر اپنے تن من دھن کی بازی لگائی وہاں جب بظاہر صورت حال نہایت تاریک ہو گئی تو اولیاء اللہ کی توجہات نے بھی میدان کارزار کا پانسہ پلٹ دیا۔ کبھی پریشانی بڑھی تو خود حضور رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات نے مشکلکشائی فرمائی اور آن کی آن میں تمام خطرات و آلام و مصائب کے طوفان چھٹ گئے۔ مگر اب اس قسم کے واقعات کتابوں سے نکالے جا رہے ہیں کیونکہ نازک مزاج مورخین کے قلم کا رشتہ اس 'توحید' سے قائم ہو گیا ہے۔ جہاں اللہ کے فضل و کرم اور جود و عطا کے مظاہر بھی برداشت نہیں کئے جاتے۔ مثلاً یہ کہہ دیا جائے۔ اللہ جل جلالہ نے اپنے نبی کو کائنات کے ذرے ذرے کا علم دیا تو توحید کے ماتھے پر بل آ جاتا ہے۔ کیونکہ دور حاضرین کے ان مورخین و مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ یہ کمال کسی کو نہیں دے سکتا کیونکہ یہ صریحاً شرک ہے۔ اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کائنات کے ذرے ذرے کا علم صرف اللہ کو ہو سکتا ہے۔ انھیں لاکھ سمجھاؤ کہ یہ علم بھی اللہ کے علم کے سامنے بہت ہی محدود ہے مگر توحید کے یہ عاشق کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں۔ ان کے نزدیک گویا توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ سب کچھ جانے اور اللہ کا نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کچھ بھی نہ جانے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کا یہ رویہ زیادہ تر صرف اس ذات پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ جس کا یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہیں۔ باقی کسی کے بارے میں اتنے سخت نہیں ہیں۔ چنانچہ 'براہین قاطعہ' جیسی بدبودار کتاب جسے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے تصنیف کیا اور مولانا رشید احمد گنگوہی کی مصدقہ ہے، میں اس علم کو (یعنی کائنات کے ذرے ذرے کے علم کو حضرت عزرائیل علیہ السلام بلکہ شیطان کیلئے بھی نصوص قطعیہ کی روشنی میں تسلیم کر لیا ہے۔ مگر جان کائنات، اصل کائنات وجہ کائنات علیہ افضل التحیات والصلوٰت کے لئے اس علم کو ثابت کرنا شرک قرار دیا ہے۔ معاذ اللہ اسی موقعے پر انھوں نے

تصریح کر دی ہے کہ حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے علم نہیں ۔ فرمائیے کیا اس سے یہ بات واضح نہیں ہو جاتی کہ یہ لوگ اللہ پاک کے پاک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ صرف زبان سے پڑھتے ہیں اور اللہ پاک کے ناپاک دشمن شیطان کا کلمہ دل سے پڑھتے ہیں۔

فتنہ تحریف کا مقابلہ: ہاں ہاں ملت کے بہی خواہوں کو اس بات کا حل ڈھونڈنا چاہئے کہ آخر اس 'فتنہ تحریف' کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ تاریخ اسلام کی وہ کتابیں جو بیروت، مصر اور بغداد وغیرہ میں طبع ہوتی ہیں، ان میں بہت کچھ مل جاتا ہے اور جو پرانی کتابیں ہیں ان موحدین کے 'وسیلے' سے ملتی ہیں، ان میں سے ایسے تمام واقعات خارج ہوتے ہیں۔ یعنی یہی نہیں اپنی تصنیفات میں درج نہ کریں بلکہ گذشتہ صدیوں کی کتابوں سے بھی انھیں نکال رہے ہیں۔ کئی سال پہلے میں نے سنا تھا کہ مکہ معظّمہ میں نجدی حکومت کا باقاعدہ ایک محکمہ ہے الدعوۃ والارشاد۔ اس کا ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ گذشتہ اسلامی ادب میں جو بات بھی ان کی توحید سے ٹکراتی ہے، اسے نکال دیا جائے تاکہ کسی کو اس بات کا علم نہ ہو سکے کہ محمد بن عبدالوہاب اینڈ کمپنی کے عقائد و اعمال کس حد تک 'بدعت' ہیں۔

ہاں ہاں آخر تحریف و تبدیل کے اس جذبۂ ملعونہ کی بنیاد بھی تو تلاش کیجئے، ایسا کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ان کا خدا کے بھیجے ہوئے رسول ﷺ، اس کے اتارے ہوئے قرآن اور اس کے بخشے ہوئے دین پر ایمان نہیں۔ جو اصل دین ہے اس پر یہ لوگ مطمئن نہیں، لہذا انھیں اپنی مرضی کا دین چاہئے تھا جس کے عقائد کا نام تو وہی ہو مگر عقائد کی تشریح ان کی من مرضی کے مطابق ہو۔ چنانچہ توحید کا نام لیتے ہیں مگر توحید کی تفسیر کا انداز ان کا صدر اسلام کی توحید کے مطابق ہے۔ یہ عقیدہ رسالت پر بھی بزعم خویش یقین رکھتے ہیں مگر 'رسالت' کا مفہوم ان کے ہاں باقی امت سے جداگانہ ہے۔ بظاہر یہ قرآن کو بھی مانتے ہیں مگر اس سے زیادہ اپنی مانتے ہیں، مگر قرآن کی کوئی آیت ان کی من مرضی کے خلاف ہو تو الفاظ تبدیل کئے بغیر معانی میں تحریف کر کے اپنے دل کو پرچا لیتے ہیں۔

چند اختلافات: چنانچہ بہت سے مقامات قرآن پاک میں ایسے ہیں۔ جن سے ان کی نوزائیدہ توحید اور نو پید دین کا اتفاق ہو ہی نہیں سکتا۔ مثلاً فرمائیے حضور پرنور ﷺ کے بارے میں یہ کہنے والے کہ بشر کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو، (تقویۃ الایمان) قرآن پاک کی ان دو آیتوں کو کیونکر مان سکتے ہیں۔

یا یھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشر او نذیرا O وداعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا (الاحزاب۔۴۵۔۴۱)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

پھر حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل و عطا کو توحید کے خلاف سمجھنے والے آیت قرآن کے ان الفاظ سے کیونکر راضی ہو سکتے ہیں (جو خود ان کے خلاف ہیں)

وما نقموا الا ان اغنھم اللہ و رسولہ من فضلہ (التوبہ۔۷۴)

ترجمہ: اور انھیں کیا برا لگا یہی نا کہ اللہ و رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

پھر حضور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام محض اپنی طرح بشر سمجھنے والے اس سورۃ الفتح کے ان الفاظ سے صلح کریں گے۔

ان الذین یبا یعونک انما یبا یعون اللہ یداللہ فوق ایدھم (الفتح۔۱۰)

ترجمہ: وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

پھر انبیاء و رسل علیہم السلام کے علم غیب کے منکرین کو قرآن پاک کا یہ انداز خطاب کیونکر بھا سکتا ہے۔

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فا منو باللہ ورسلہ (آل عمران۔۱۷۹)

ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ عام لوگو تمھیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے، تو ایمان

لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر۔

گویا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ پر یوں ایمان لاؤ کہ وہ عام لوگوں کو نہیں' اپنے رسولوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور اللہ کے رسولوں پر یوں ایمان لاؤ کہ وہ اپنی عظمت شان کے لائق اللہ سے علم غیب سیکھتے ہیں۔

میں نے صرف مثال کے طور پر چند اختلافات کی طرف اشارہ کیا ہے ورنہ یار لوگوں کو کتاب وسنت کے بخشے ہوئے نظریات سے بے شمار اختلافات ہیں۔ ہاں ان اختلافات پر پردہ ڈالنے کے لئے انھیں 'نفاق' کا بد نام پسند نہیں آیا تو 'توحید' کا خوبصورت نام اختیار کر لیا۔ کیا غضب ہے جنھیں کتاب وسنت کی تصریحات سے اختلافات تھے، وہ موحد ٹھہرے اور جو اس کے حرف حرف پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے، انھیں مشرک ٹھہرایا گیا۔ اسی صورت حال کی مقدور بھر نقشہ کشی شاعر نے یوں کی ہے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد　　　جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قرآنی علم: :جملہ معترضہ ہاتھ روکتے روکتے بھی بہت طویل ہو گیا۔ اصل میں یار لوگوں کے 'کارنامے' ہی اتنے کثیر التعداد ہیں کہ بات لمبی ہو جاتی ہے۔ بات ہو رہی تھی، اگر علم زبور کی بخشی ہوئی طاقت سے کوئی صاحب تخت بلقیس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے دوسرے ملک سے لا سکتے ہیں تو خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی اپنی طاقت کا کیا عالم ہوگا کیونکہ حضرت آصف رضی اللہ عنہ کا علم حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم نبوت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ جناب آصف کی طاقت کا اندازہ ہم جیسے ناقص العلم اور ناقص الایمان لوگ نہیں کر سکتے تو یقیناً حضرت سلیمان علیہ السلام کی طاقت کا اندازہ بھی حضرت آصف کے بس سے باہر ہے۔ تاہم یہ بات ضرور ہے کہ بلقیس، اس کے درباریوں اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہ واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کی بلکہ ان کے رب کی توحید کی دلیل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنا تخت دیکھ کر انھیں بقول مولانا مودودی حضرت سلیمان علیہ السلام کی غیر معمولی قوت وقدرت پر اور یوں نبوت پر ایمان لانے کا ذریعہ بنا۔ جب وہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائے تو ظاہر ہے اللہ کی توحید پر بھی ایمان لے آئے بلکہ رسول کو رسول ماننے میں اللہ کو واحد ولاشریک معبود وخالق ماننا بھی شامل ہے۔

دیوبندی انکشافات: اس قسط کی ابتداء میں مولانا مودودی صاحب کی تصریحات کے ساتھ ہی دیوبند کے 'شیخ الہند' اور دیوبند کے 'حکیم الامت' کی تحقیقات بھی آپ نے دیکھیں۔ جناب 'شیخ الہند' نے بہت حد تک واقعے کی اصل صورت کو برقرار رکھا ہے، ہاں یہ کہہ دیا کہ اعجاز وکرامات فی الحقیقت خداوند قدیر کا فعل ہے جو ولی یا نبی کے ہاتھ پر خلاف معمول ظاہر کیا جاتا ہے۔ انصاف کیجئے خداوند قدیر جن کے ہاتھ پر اپنا یہ فعل سرانجام دیتا ہے، کیا وہ عام لوگوں کی بہ نسبت زیادہ مظہر قدرت نہیں ہوتے اور کیا اس معجزے اور کرامت سے ان کا مخصوص ومنفرد مقام واضح نہیں ہوتا۔ کیا اللہ نے ان کے ہاتھ پر یہ اپنی قدرت کا کوئی کرشمہ دکھایا ہے تو اس سے ان کی عظمت شان کو نکھارنا قدرت کا مقصود نہیں تھا۔ کتنے تعجب کی بات ہے اللہ نے کسی نبی علیہ السلام کو کسی معجزے سے خاص کیا اور کسی ولی علیہ الرحمۃ کو کسی کرامت سے نوازا، تو یہ معجزے سے خاص کرنا اور کرامت سے نوازنا بالکل بے معنی ہو۔ عام انسان کو دیکھئے، وہ ایک پارۂ گوشت سے بولتا ہے' ایک پارۂ گوشت سے دیکھتا ہے اور ایک پارۂ گوشت سے سنتا ہے، کیا پارۂ گوشت کی یہ طاقت اللہ نے عطا نہیں فرمائی اور عام محاورے میں ہم یہی نہیں کہتے کہ انسان بولتا ہے، انسان دیکھتا ہے اور انسان سنتا ہے۔ کس کو یہ جرأت ہے کہ اسے قدرت الٰہی کا کرشمہ قرار نہ دے اور کس کو یہ تاب ہے کہ اسے انسان کی ذاتی قدرت ٹھہرائے اگر عام انسان اللہ کی دی ہوئی طاقت سے بولتا ہے، دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور عام محاورے میں مجازاً اُسے ہم انسان کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں تو معجزہ اور کرامت بھی اگر چہ اللہ کی طرف سے ہے مگر اس کے مقام ظہور کی بناء پر ہم انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمۃ کی طرف سے منسوب کر سکتے ہیں۔ مثلاً کہہ سکتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات یا حضرت غوث اعظم اور داتا صاحب کی کرامات۔ اسی واقعہ تخت بلقیس پر ہی غور کر لیجئے۔ حضرت آصف نے سیدنا سلیمان علیہ السلام سے کیا عرض کیا

انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک (النمل۔۴۰)

ترجمہ: میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے

اس سے پہلے ایک 'جن' نے بھی اسے اپنی طرف سے منسوب کیا تھا۔

انا اتیک به قبل ان تقوم من مقامک (النمل ۔۳۹)

ترجمہ: میں اسے لائے دیتا ہوں قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں۔

ظاہر ہے جن کی یہ طاقت بھی اللہ کی دی ہوئی اور یونہی ہر مخلوق کا حال ہے، کسی بھی انسان، فرشتے، حور کی اپنی طاقت نہیں ہوتی۔ مگر اس خداداد طاقت کو ہم ہی نہیں قرآن پاک بھی مجازاً مخلوق کی طرف ہی منسوب کرتا ہے۔ حضرت آصف اور درباری جن کے ان فقرات کے علاوہ مثلاً دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خطبہ رسالت کا ایک جملہ

وابری الاکمه والابرص و احی الموتی باذن الله (آل عمران ۔۴۹)

ترجمہ: اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے

جب یہ طرز گفتگو عین قرآن پاک میں موجود ہے پھر اسے اپنانے سے توحید کو کیا خطرہ ہے۔ یقیناً اللہ نے عام بندوں کو عام طاقتوں سے اور خاص بندوں کو خاص طاقتوں سے نوازا۔ طاقت کی بات چھوڑیئے، حقیقت میں اس کے بغیر زندہ ہی کون ہے

الله لا اله الا هو الحی القیوم ۵

ترجمہ: اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ (آپ) زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا۔

جب حقیقت میں وہی زندہ ہے، اس کے باوجود ہم خود کو یا دوسروں کو زندہ کہتے ہیں اور یہ محاورہ خود قرآن پاک میں بارہا آیا ہے اور بیشمار بار حدیث پاک میں وارد ہوا بلکہ منکرین فضائل بھی 'زندہ' اور 'مردہ' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو آخر محبوبان خدا کی بات کرتے ہوئے انھیں اس احتیاط کی اتنی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے۔ حقیقت یہی ہے اور اسے بار بار اس مضمون میں ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جب اللہ جل مجدہ نے اپنے فضل سے پاک بندوں کو اپنے کمالات قدرت کا مظہر بنایا ہے تو یہ حضرات اپنے رب کے اس فیصلے کو سچے دل سے قبول کیوں نہیں کرتے اور اس کی سنت پر عمل پیرا کیوں نہیں ہوتے۔ فرمایئے اللہ کے رویے کو معاذ اللہ غیر محتاط سمجھ کر اس کے خلاف ہرزہ سرائی بلکہ محاذ آرائی کرتے رہنا توحید، ایمان، ادب، وفا میں سے کس کا تقاضا ہے، سوچئے اس کے فیصلے سے انکار کیا شرک نہیں اور اس کے رویے سے اضطراب کیا بغاوت نہیں

آپ نے دیوبند شیخ الہند کے بعد دیوبند کے حکیم الامت کی تحقیقات دیکھ لی۔ وہ تھانوی صاحب واقعی محمود الحسن صاحب سے زیادہ ذہین بھی تھے اور دلیر بھی۔ چنانچہ اس ترجمے کو دیکھ لیں اور اس کے حاشیے کو۔ کس ذہانت وجسارت سے انھوں نے قرآن کے اس واقعے کو بالکل عام سا واقعہ بنادیا ہے۔ پہلے ترجمہ کیا تو کمال کردیا۔ کیا کہنا اس فکری بلندی کا کہ علم والے نے سلیمان علیہ السلام کو نہیں بلکہ جن سے کہا کہ تخت تیرے آنکھ جھپکنے سے پہلے لاسکتا ہوں، گویا تخت لانے کی بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہیں کی تھی۔ جن نے کی تھی۔ پھر تھانوی صاحب نے ترجمے میں رہی سہی کسر حاشیے میں نکال دی۔ علم والے کے بارے میں فرماتے ہیں، اقرب یہ کہ سلیمان علیہ السلام مراد ہیں۔ اب ترجمہ و حاشیہ کو اکٹھا کر کے نتیجہ نکالیں۔ گویا علم والے حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں، انھوں نے دعا کی اور جن کے آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت فوراً آسامنے موجود ہوا۔

اس سوچ اور اپروچ پر حضرت اقبال کے الفاظ میں یہی داد دی جاسکتی ہے۔

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر   تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند

مجھے حیرت ہے کہ اسلام نے انسان کو حیرت انگیز کمالات سے سرفراز کر کے اسے مہر و ماہ پر کمندیں ڈالنے کا جو سبق دیا ہے اور جس سے موجود سائنس کا آغاز ہوا ہے۔ اس کے شواہد میں جب حضرت آصف بن برخیا کا واقعہ بھی ہے تو جناب تھانوی صاحب نے اسے بالکل عام سا واقعہ ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی ہے۔ کیا اسلام کا سچا خیر خواہ اس قسم کی جرأت کرسکتا ہے، نہیں، ہرگز نہیں، یہ انھیں کا کام ہے جنھیں اسلام کا حلیہ

بگاڑنے کی نوکری ملی تھی۔

کوداکوئی گھر میں ترے یوں دھم سے نہ ہوگا　　　جو کام ہوا ہم سے، وہ رستم سے نہ ہوگا

دیکھا آپ نے؟ اسلام کتنا مظلوم ہے۔ جس اسلام نے انسان کو تسخیر کائنات کی راہ پر لگایا، اسی کے ان چمکتے ہوئے کارناموں کو چھپانے کی کوشش کی جارہی ہے، مگر یہ تو قدرت خدا سے ٹکر ہے۔ ہاں ہاں یہ ٹکر سہی مگر اس ٹکر کی اصل جزا تو جہنم ہے جو کم از کم اب نظر سے اوجھل ہے اور آخرت پر یار لوگوں کا ایمان ہی کب ہے؟

آہ! میرے حضرت قبلہ والد گرامی رحمۃ اللہ الباری

محترم حضرت عمدۃ المحققین مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب

سلام ورحمت!

دنیائے اہل سنت میں یہ خبر انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ پہنچائی جارہی ہے کہ فقیر کے والد گرامی قبلہ السید مسکین شاہ بخاری علیہ الرحمۃ طویل علالت کے بعد ۲۶ صفر المظفر ۱۴۲۶ھ ۶، اپریل ۲۰۰۵ء بروز بدھ رات دو بجے اچانک اٹھ کر بیٹھے، تکیے ہٹائے، دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور کلمہ، درود شریف کا ورد فرماتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جاملے

انا للہ وانا الیہ راجعون

وصال باکمال سے پندرہ دن قبل آپ نے اپنی قبر کی نشاندہی فرمادی تھی، آپ کی وصیت کے مطابق درود وسلام کی گونج میں جنازہ اٹھایا گیا ۵ بجے ''تاس داخلی بر ہان'' کے قبرستان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز کی امامت سید نور حسین شاہ صاحب (مجذوب زمانہ سید عبداللہ شاہ کامروی علیہ الرحمۃ کے بھتیجے نے) کرائی۔ جب آخری دیدار کیا گیا تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے گلاب کا مہکتا ہوا پھول ہے۔ سارا دن ابر رحمت چھایا رہا۔

قبلہ والد گرامی ایک سچے اور سچے مسلمان تھے۔ ''راہ ورسم منزل ہا'' کے راہی تھے۔ صحابہ کبار، اہل بیت اطہار اور اولیا کرام سے از حد عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی گیارھویں شریف کا اہتمام ہر سال فرماتے تھے۔ سخاوت اور مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے، آپ کی ساری زندگی یتیموں کی پرورش، بیواؤں کی خدمت اور غریبوں کی امداد میں بسر ہوئی۔ آپ کی زندگی سادگی میں گذری، ہمیشہ معمولی لباس پہنا اور سادہ غذا کھائی، قرآن کریم سے بے حد محبت کرتے تھے، اسے روزانہ چومتے اور آنکھوں پر لگاتے، پھر تلاوت سماعت کرتے۔ صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند تھے، آخری دنوں میں اکثر اس طرح گنگناتے تھے ''چمن یوں ہی رہے گا افسوس ہم نہ ہوں گے'' دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل ان کی بخشش فرمائے اور درجات بلند فرمائے، ان کے لئے قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی فرمائیں نیز اپنے تعزیتی کلمات ارسال فرمائیں تاکہ کتاب میں شامل کئے جاسکیں۔

نوٹ چہلم کی تقریب ۲ ربیع الثانی ۱۴۲۶/ ۱۵ مئی ۲۰۰۵ء بروز اتوار کو بمقام بر ہان جلو موٹر وے سٹاپ انعقاد پذیر ہوگی یہ قبلہ والد گرامی کی تربیت ہی کا فیضان ہے فقیر جہاد بالقلم میں مصروف ہے۔

والسلام: غمزدہ احقر صابر حسین شاہ

ادارہ معروف محقق وعالم دین قبلہ سید صابر حسین شاہ صاحب کے صدمہ میں شریک غم ہے، اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کے والد گرامی علیہ الرحمہ کی مغفرت اور درجات میں بلندی عطا فرمائے، سید ہونے کی بنا پر ان کی بخشش میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ حضور قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب مدظلہ العالی صحت کی خرابی کی وجہ سے خط کا جواب ارسال نہیں فرماسکے آپ نے شاہ صاحب کی وفات پر نہایت افسردگی کا اظہار فرمایا اور ان کے درجات کی بلندی کیلئے اجتماعی دعا فرمائی۔ اور فرمایا کہ رب تعالیٰ قبلہ سید صابر حسین شاہ صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور ان کا سایہ اہلسنت پر قائم ودائم رکھے۔ آمین!　　(ادارہ)

(۱۹ ربیع الاول شریف ۱۴۲۶ھ)

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

﴿تضمین بر کلام مجددِ دین وملت اعلیحضرت بریلوی قدس سرہ﴾

﴿پروفیسر محمد حسین آسی﴾

==============================

سب کا مبدا و منشا ہمارا نبی ﷺ — سب کا آقا و مولا ہمارا نبی ﷺ
سب کا ملجا و ماؤی ہمارا نبی ﷺ — سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی ﷺ
سب سے والا و بالا ہمارا نبی ﷺ

اپنے مولا کا بندہ ہمارا نبی ﷺ — سارے بندوں کا مولیٰ ہمارا نبی ﷺ
مظہر ذاتِ یکتا ہمارا نبی ﷺ — اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی ﷺ
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی ﷺ

بالیقیں وجہِ ایجاد گیہاں ہوا — نور سے جس کے ممکن یہ امکاں ہوا
تاجِ ختم نبوت کے شایاں ہوا — بزم آخر کا شمعِ فروزاں ہوا
نورِ اول کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ

جس کو لائق ہے تختِ سما پر جلوس — اور براق بہشتِ علیٰ پر جلوس
محمل سدرۃ المنتہیٰ پر جلوس — جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی ﷺ

جس کی برکت سے بندے خدا سے ملیں — دور کر دیں سبھی راہ کی مشکلیں
نور سے جس کے روشن ہوئیں منزلیں — بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی ﷺ

جو ہے واللہ مرآتِ ذات و صفات — جس نے بخشا پیامِ فلاح ونجات
جو ہے اصل سکون و قرار و ثبات — جس کے پاؤں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی ﷺ

جس کا کھاتے ہیں حورو ملک ' انس و جاں — فرش پر جو ہے کونین کا میزباں
لامکاں میں ہے اللہ کا میہماں — عرش و کرسی کی تھیں آئنہ بندیاں
سوئے حق جب سدھارا ہمارا نبی ﷺ

وہ حبیب خدا ، مالک جزو وکل ! تاجدار رسل ' راز دار سبل
اس کی عظمت کا ہے ہر طرف شور و غل خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
اوررسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

شاہ عرب و عجم ، ماہ حل و حرم وہ عطا ہی عطا وہ کرم ہی کرم
جس کا احسان ، احسان کا ہے بھرم حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ ملیح دلآرا ہمارا نبی ﷺ

نام لیتے ہی رنج و الم دور ہو قلب پر نور ہو ، جان مسرور ہو
جس کی ہر بات بس نور ہی نور ہو ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
نمکین حسن والا ہمارا نبی ﷺ

جس کا خادم ہے روح الامیں جبرئیل علیہ السلام جس کے میلاد خواں ہیں نجی و خلیل علیہ السلام
جس کے دو ذرے ہیں مہر و ماہ جمیل علیہ السلام جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دھارا ہمارا نبی ﷺ

جیسے آب بقا ایک ہے، ویسے ہی جیسے عرش علیٰ ایک ہے ویسے ہی
جیسے قصر دنیٰ ایک ہے ویسے ہی جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
ان کا' ان کا تمھارا ہمارا نبی ﷺ

صدیوں تقدیر دنیا کی سوتی رہی چشم فطرت ستارے پروتی رہی
یعنی تک تک کے رہ ان کی روتی رہی قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی ﷺ

کون ہے جو کسی بینوا کی سنے کون ہے جو فقیروں کے کام آسکے
کون ہے جو گداؤں کا دامن بھرے کون دیتا ہے ، دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ

کتنے اٹھے ہیں دارا و جمشید سے آئے دنیا میں، پھر قبر کو چل دیئے
یونہی جاری رہے موت کے قافلے کتنے تارے نہ جانے کھلے ، چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی ﷺ

سرورِ دوجہاں شاہ والاتبار قلم قدرت کا جو ہے حسیں شاہکار
جس کی عظمت ہے ہر ایک پہ آشکار ملک کونین کے انبیاء تاجدار !!

تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ﷺ

ذرے ذرے پہ قبضہ ہے جس کا ،وہ ہے گو شے گوشے میں چرچا ہے جس کا، وہ ہے
عرش و کرسی میں جلوہ ہے جس کا، وہ ہے لا مکاں تک اجالا ہے جس کا، وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی ﷺ

لوگ آئے جہاں میں بڑے سے بڑے جن کی سیرت کے، صورت کے چرچے رہے
متفق سب ہوئے آخر اس بات سے سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے
ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی ﷺ

کون نبیوں میں اونچا گیا چرخ سے میر اآقا گیا ہے پرے سے پرے
سدرہ و عرش بھی اس سے نیچے رہے سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی ﷺ

دائرہ جس کی بعثت کا حد میں نہ ہو حور و غلماں نبی مانیں جس شاہ کو
قاسم جملہ نعمائے معطی ہے جو انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی ﷺ

وہ ہے بے مثل واللہ یہ تو ہے طے! جس کی نظروں سے اوجھل نہیں کوئی شے
جس پہ صلوات بھیجے خدا پے بہ پے جس نے ٹکڑے کئے ہیں قمر کے، وہ ہے
نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی ﷺ

اپنے دامن میں نورانی جلوے لئے آئے اور آکے پر نور سب کر دیئے
علم و عرفان و فکر و نظر کے دیئے سب چمک والے اندھوں میں چمکا کئے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی ﷺ

وہ حبیب خدا، ہاں وہ نوراحد جس کے فضل و کرم کی نہیں کوئی حد
جس کے محتاج خرد و کلاں نیک و بد جس نے مردہ دلوں کو دی عمر ابد
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ

دنیازندان مومن ہے، یہ بھی ہے طے میرا مرشد بھی آسیؔ ہے واللہ شے
وہ سناتا ہے یہ شعر ہی پے بہ پے غمزدوں کو رضا مژدہ دیجے کہ ہے
بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ

حضور غوث پاک کا خاندان اور ابتدائی حالات

حضرت علامہ
ضیاء اللہ قادری سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

اسم شریف: عبدالقادر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

کنیت: ابومحمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

القاب: محی الدین۔ محبوب سبحانی۔ غوث الثقلین۔ غوث الاعظم وغیرھا۔

ولادت باسعادت: ۴۷۰ھ کو قصبہ جیلان نزد بغداد شریف

سن انتقال: ۵۶۱ھ ایک شاعر نے عربی کے شعر میں آپ کی کل عمر سن ولادت اور سن انتقال ظاہر کیا ہے۔

ان باز اللہ سلطان الرجال

جاء فی عشق توفیٰ فی کمال

حسب ونسب: آپ والد ماجد کی نسبت سے حسنی ہیں۔ سیدمحی الدین ابو محمد عبدالقادر بن سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن سید عبداللہ بن سید یحییٰ بن سید داؤد بن بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ بن سید موسےٰ جون بن سید عبداللہ محض بن سید امام حسن مثنیٰ بن سید امام حسن بن سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ آپ والدہ ماجدہ کی نسبت سے حسینی سید ہیں۔

سیدمحی الدین ابومحمد عبدالقادر بن امتہ الجبار بنت سید عبداللہ صومعی بن سید ابوجمال الدین محمد بن جواد بن امام سید علی رضا بن امام موسےٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن زین العابدین بن امام ابوعبداللہ حسین بن امیر المومنین علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

خاندان: آپ کا خاندان اولیاء اللہ کا گھرانہ تھا۔ آپ کے نانا جان، دادا جان والد ماجد، والدہ محترمہ، پھوپھی جان، بھائی اور صاحبزادگان سب اولیاء الرحمٰن تھے۔ اور صاحب کرامات ظاہرہ وباہرہ اور مالک مقامات علیا تھے۔

اسی وجہ سے لوگ آپ کے خاندان کو اشراف کا خاندان کہتے تھے۔

سید وعالی نسب دراولیاء است! نور چشم مصطفیٰ ومرتضےٰ است!

حضرت عبداللہ صومعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کے نانا جان تھے۔ آپ جیلان شریف کے مشائخ میں سے ایک نہایت ہی زاہد اور پرہیزگار ہونے کے علاوہ صاحب فضل وکمال تھے۔ بڑے بڑے مشائخ کرام سے آپ نے شرف ملاقات حاصل کیا۔

شیخ ابوعبداللہ محمد قزوینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ مستجاب الدعوات تھے آپ کسی شخص سے ناراض ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے بدلہ لیتا۔ اور جس پر آپ خوش ہوتے تو اللہ کریم اس کو انعام واکرام سے نوازتا۔ ضعیف الجسم اور نحیف البدن ہونے کے باوجود آپ نوافل کثیر تعداد میں ادا فرماتے اور ذکر اذکار میں مصروف رہتے تھے۔

کا ن یخبر باالا مر قبل وقو عه فیقع کما یخبر

آپ اکثر امور کے واقعہ ہونے سے پہلے ان کی خبر دے دیا کرتے تھے۔ اور جس طرح آپ ان کے رونما ہونے کی اطلاع دیتے تھے اسی طرح ہی واقعات رو پذیر ہوتے تھے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۹ قلائد الجواہر ص ۳، مطبوعہ مصر نفحات الانس فارسی ص ۳۵۱، سفینۃ الاولیاء ص ۶۳)

قافلہ کی مدد فرمانا

حضرت ابوعبداللہ قزوینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض احباب ایک قافلہ کے ہمراہ سمرقند کی طرف تجارت کا مال لے کر گئے۔ جب وہ ایک صحرا میں پہنچے تو ان پر ڈاکوؤں کے گروہ نے حملہ کر دیا۔ قافلہ والوں کا بیان ہے کہ ہم نے اس مشکل کے وقت شیخ عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پکارا تو ہم نے دیکھا۔ ھو قائم بیننا ونادی سبوح قدوس ربنا الله تفدقی قی یا خلیل عنا کہ آپ ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں اور سبوح قدوس ربنا الله تفر فی باخیل عنا پڑھ رہے ہیں۔ آپ کا یہ پڑھنا ہی تھا کہ تمام ڈاکو جو سوار تھے۔ منتشر ہو کر کچھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور کچھ جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ اور ہم ان ڈاکوؤں سے محفوظ رہے۔ بعد

ازیں ہم نے آپ کو ہر چند تلاش کیا مگر آپ کو نہ پایا۔ جب ہم جیلان واپس آئے تو ہم نے یہ ڈاکوؤں والا واقعہ بیان کیا تو ان لوگوں نے حلفاً کہا ماغاب الشیخ رضی اللہ عنہ کو اس اثناء میں شیخ بالکل غائب نہیں ہوئے۔(بہجۃ الاسرار ص ۸۹، قلائد الجواہر ص ۳)

حضرت ابو صالح سید موسےٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد محترم تھے۔ آپ کا اسم گرامی سید موسےٰ کنیت ابو صالح اور لقب جنگی دوست تھا آپ جیلان شریف کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔

لقب کی وجہ تسمیہ: آپ کا لقب جنگی دوست اس لئے تھا کہ آپ خالصاً للہ۔ نفس کشی اور ریاضت شرعی میں فرد واحد تھے۔ نیکی کے کاموں کے حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لئے مرد دلیر تھے۔ اس معاملہ میں اپنی جان تک کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ آپ کا ایک واقعہ منقول ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"ایک دن آپ جامع مسجد کو جا رہے تھے کہ خلیفہ وقت کے چند ملازم شراب کے مٹکے نہایت ہی احتیاط سے سروں پر اٹھائے جا رہے تھے۔ آپ نے جب ان کی طرف دیکھا تو غصہ سے ان مٹکوں کو توڑ دیا۔ آپ کے تقدس اور بزرگی کے سامنے کسی ملازم کو دم مارنے کی جرات نہ ہوئی۔ خلیفہ وقت کے سامنے انہوں نے واقعہ کا اظہار کیا۔ اور آپ کے خلاف خلیفہ وقت کو ابھارا۔

خلیفہ: سید موسےٰ کو فوراً میرے دربار میں پیش کرو۔

حضرت سید موسےٰ دربار میں تشریف لے آئے۔

خلیفہ اس وقت غیظ و غضب سے کرسی پر بیٹھا تھا۔

خلیفہ (للکار کر کہتا ہے) آپ کون تھے جنہوں نے میرے ملازمین کی محنت کو رائیگاں کر دیا؟

حضرت سید موسےٰ

میں محتسب ہوں اور میں نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے۔

خلیفہ: آپ کس کے حکم سے محتسب مقرر کئے گئے ہیں؟

حضرت سید موسےٰ: (رعب انگیز لہجہ میں) جس کے حکم سے تم حکومت کر رہے ہو۔ آپ کے اس ارشاد پر خلیفہ پر ایسی رقت طاری ہوئی۔ کہ سر بزانو ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد سر کو اٹھا کر عرض کرتا ہے۔

خلیفہ: حضور والا! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بڑھ کر مٹکوں کو توڑنے میں کیا حکمت ہے؟

حضرت سید موسےٰ: تمہارے حال پر شفقت کرتے ہوئے نیز تجھ کو دنیا آخرت کی رسوائی اور ذلت سے بچانے کی خاطر۔

خلیفہ پر آپ کی اس حکیمانہ گفتگو کا بہت اثر ہوا۔ اور متاثر ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں عرض گزار ہوا۔

خلیفہ: عالیجاہ! آپ میری طرف سے بھی محتسب کے عہدہ پر مامور ہیں۔

حضرت سید موسےٰ: (اپنے متوکلانہ انداز میں) جب میں مامور عن الحق ہوں تو پھر مجھے مامور عن الخلق ہونے پر کیا پرواہ ہے۔

اس دن سے آپ جنگی دوست کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ آپ متجلی بجلال الٰہی تھے۔ خاصان الٰہی کا مقام حاصل تھا۔ آپ کو کوئی شخص اگر اذیت پہنچاتا تو اس کو ضرور ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد! میلش اندر طعنہ پاکاں کند

آپ حسنی النسب اور حنفی المذہب تھے

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: آپ حضور سیدنا غوث صمدانی قدس سرہ النورانی کی پھوپھی جان تھیں۔ آپ کا نام مبارک عائشہ کنیت ام محمد تھی۔ آپ بہت بڑی عابدہ، زاہدہ اور عارفہ تھیں۔ شیخ ابو العباس احمد و ابو صالح عبداللہ الطبقی بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ جیلان شریف میں خشک سالی کا قحط پڑا۔ لوگوں نے ہر چند دعائیں مانگیں۔ نماز استسقا بھی ادا کی مگر بارش نہ ہوئی۔ آخر کار لوگوں نے آپ کی پھوپھی جان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ کریم بارش نازل فرمائے۔ فقامت الیٰ رحبة بینها و کنست الارض وقالت یا رب انا کنست نرش انت تو آپ نے اپنے گھر کے صحن میں کھڑے ہو کر جھاڑو دیا۔ اور بارگاہ رب العالمین میں عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں نے زمین کو صاف کر دیا ہے۔ تو اس پر چھڑکاؤ کر دے۔ آپ کے یہ عرض کرنے کی دیر تھی کہ آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ اور لوگ بارش میں بھیگتے ہوئے اپنے گھروں میں واپس گئے۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گر چہ باشد در نوشتن شیر و شیر

(بہجۃ الاسرار ص ۸۹، نزہۃ الخاطر الفاتر ص ۲۴، قلائد الجواہر ص ۸)

شب ولادت، بشارت اور مشاہدات

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد حضرت ابو صالح سید موسےٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شب ولادت مشاہدہ فرمایا کہ سرور کائنات فخر موجودات، منبع کمالات، باعث تخلیق کائنات احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات بمعہ صحابہ کرام، آئمۃ الہدیٰ اور اولیاء عظام علیہم الرضوان ان کے گھر جلوہ افروز ہیں۔ اور ان الفاظ مبارکہ سے ان کو خطاب فرمایا اور بشارت سے نوازا۔

یا ابا صالح اعطاک الله ابناً وهو ولی ومحبوبی ومحبوب

اللہ تعالیٰ وسیکون لہ شان فی الاولیاء والا قطاب کشانی بین الا نبیاء والرسل. اے ابوصالح! اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسا فرزند عطا فرمایا ہے جو ولی ہے۔ وہ میرا بیٹا ہے، وہ میرا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور عنقریب اس کی اولیاء اللہ اور اقطاب میں وہ شان ہوگی جو انبیاء اور مرسلین میں میری شان ہے۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ درمیان اولیاء
چوں محمد ﷺ درمیان انبیاء

۲۔ حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں شہنشاہ عرب وعجم سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کے علاوہ جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے یہ بشارت دی کہ تمام اولیاء اللہ تمہارے فرزند ارجمند کے مطیع ہوں گے اور ان کی گردنوں پر ان کا قدم مبارک ہوگا۔

جس کی منبر بنیں گردن اولیاء اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

۳۔ جس رات حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اس رات جیلان شریف کی جن عورتوں کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ ان سب کو اللہ کریم نے لڑکا ہی عطا فرمایا۔ اور وہ ہر نو مولود لڑکا اللہ کا ولی بنا۔

غوث اعظم امام التقا والنقاء جلوہ شان قدرت پہ لاکھوں سلام

۴۔ آپ کے شانہ مبارک کے درمیان سرکار دو عالم شہنشاہ عرب وعجم ﷺ کے قدم مبارک کا نشان تھا۔

۵۔ آپ کی ولادت ماہ رمضان المبارک میں ہوئی اور پہلے دن ہی سے روزہ رکھا۔ سحری سے لے کر افطاری تک آپ والدہ محترمہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔

غوث اعظم متقی ہر آن میں
چھوڑا اماں کا دودھ بھی رمضان میں!

سیدنا غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب میرا فرزند ارجمند عبدالقادر پیدا ہوا تو رمضان شریف میں دن بھر دودھ نہ پیتا تھا۔ موسم ابر آلود ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رمضان شریف کا چاند دکھائی نہ دیا۔ اس لئے لوگوں نے میرے پاس آکر سیدنا عبدالقادر جیلانی کے متعلق دریافت کی اکہ انہوں نے دودھ پیا ہے کہ نہیں؟ تو میں نے ان کو بتایا کہ میرے فرزند نے آج دودھ نہیں پیا۔ بعدازیں تحقیقات کرنے پر اس حقیقت کا انکشاف ہوگیا کہ اس دن رمضان کی پہلی تاریخ تھی یعنی اس دن روزہ تھا۔ **واشتھر ببلد نا فی ذالک الوقت انہ ولد للاشراف ولد لا یر ضع فی نہار رمضا ن** یعنی اور ہمارے شہر میں اس وقت مشہور ہوگیا کہ سیدوں کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ جو رمضان شریف میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

پیدائش سے پہلے ولایت کی شہرت

آپ کی ولادت سے عرصے بعید پہلے مشائخ کبار علیہم الرحمتہ نے آپ کی ولادت شان وشوکت، مقام اور جلالت کی خبریں دیں۔ چند ایک درج کی جاتی ہیں۔

امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام ہمام غوث سیدنا حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سجادہ (مصلہ) حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچانے کیلئے اپنے ایک مرید کو دیا اور وصیت فرمائی کہ اس کو بہت حفاظت سے رکھنا اور اپنے مرنے کے وقت کسی معتمد اور معتبر شخص کو دے دینا اور اس کو وصیت کرنا کہ وہ بھی مرتے وقت کسی دوسرے شخص کو دے دے اسی طرح پانچویں صدی کے درمیان تک یہ سلسلہ چلتا رہے۔ حتیٰ کہ غوث اعظم جن کا نام مبارک شیخ عبدالقادر الحسنی الجیلانی ہوگا ظاہر ہوں گے یہ ان کی امانت ہے ان کو پہنچانا اور میرا اسلام کہنا۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے عالم غیب سے معلوم ہوا ہے کہ پانچویں صدی کے وسط میں سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اولاد اطہار میں سے ایک قطب عالم ہوگا۔ ملقبا بمحی الدین و مسمی باالسید عبد القادر و ھو الغوث الا عظم و مو لدہ من کیلا ن و یکون ما مورا بان یقول قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی ولیۃ للہ من الاولین والاخرین سوی الصحابۃ والآئمۃ من ذریۃ خاتم النبیین ﷺ۔

جن کا لقب محی الدین اور اسم مبارک سید عبدالقادر ہے۔ اور وہ غوث اعظم ہو گا۔ اور گیلان میں پیدا ہوگی۔ ان کو خاتم النبیین ﷺ کی اولاد اطہار میں سے آئمہ کرام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ اولین وآخرین کے ہر ولی اور ولیہ کی گردن پر میرا قدم ہے کہنے کا حکم ہوگا۔ (تفریح الخاطر ص ۲۶، ۲۷)

حضرت حسن بصری علیہ الرحمتہ

محمد بن احمد سعید بن زریع الزنجانی قدس سرہ النورانی نے اپنی کتاب روضۃ النواظر ونزہۃ الخواطر کے باب ششم میں ان مشائخ کا جنہوں نے حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قطبیت کے مرتبہ کی شہادت دینے کا تذکرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ آپ سے پہلے اولیاء الرحمٰن میں سے کوئی بھی حضرت کا منکر نہ تھا۔ بلکہ انہوں نے آپ کی آمد آمد کی بشارت دی۔ حضرت حسن بصری رحمتہ تعالیٰ علیہ نے اپنے زمانہ مبارک سے لے کر حضرت شیخ محی الدین قطب سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک تک باالوضاحت آگاہ فرما دیا ہے کہ جتنے بھی اولیاء اللہ

گزرے ہیں سب نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خبر دی ہے۔

(تفریح الخاطر۔ص ۱۳،۱۴)

شیخ ابواحمد عبداللہ الجونی قدس سرہ النورانی

شیخ ابواحمد عبداللہ الجونی الملقب بالحی علیہ الرحمتہ نے ۴۶۸ھ میں کوہ حرد میں اپنی خلوت میں ارشاد فرمایا کہ عنقریب بلاد عجم میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کی کرامات اور خوارق کی وجہ سے بہت شہرت ہوگی۔اس کو تمام اولیاء الرحمٰن کے نزدیک مقبولیت تامہ حاصل ہوگی۔اس کے وجود سے اہل زمانہ شرف حاصل کریں گے۔اور جو اس کی زیارت کرے گا نفع اٹھائے گا۔

(بہجۃ الاسرار۔ص ۴)

شیخ محمد شنبکی علیہ الرحمتہ

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر کامل شیخ ابوبکر بن ہوارا۔علیہ الرحمتہ سے سنا کہ عراق کے اوتاد آٹھ ہیں۔

۱۔حضرت معروف کرخی ۔۲۔امام احمد بن حنبل ۔۳۔حضرت بشر حافی ۔۴۔حضرت منصور بن عمار ۔۵۔حضرت جنید بغدادی ۔۶۔حضرت سری سقطی ۔۷۔حضرت سہل بن عبداللہ تستری ۔۸۔حضرت عبدالقادر جیلانی۔

میں نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضرت عبدالقادر جیلانی کون ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

عجمي شريف يسكن بغداد يكون ظهوره في القرن الخامس وهو احد الصديقين الاوتار الافداد اعيان الدنيا اقطاب الزمان یعنی شرفاء عجم میں سے ایک شخص بغداد شریف میں آکر سکونت اختیار کرے گا۔اس کا ظہور پانچویں صدی میں ہوگا اور وہ شخص اوتاد،افراد اور اقطاب زمانہ سے ہوگا۔(بہجۃ الاسرار۔ص ۱۳۷ مصنفہ علامہ نورالدین علی بن یوسف شطنوفی قلائد الجواہر۔ص ۲۲۔قلائد الجواہر۔ص ۲۲۔سطر ۳ تا ۶ مصنفہ علامہ محمد بن یحییٰ حلبیٰ خزینۃ الاصفیاء فارسی جلد ۱۔ص ۹۸)

شیخ ابوبکر بن ہوارا علیہ الرحمتہ

سے باسناد بیان کیا گیا ہے۔

انه قال في مجلسه يوما بين اصحابه سوف يظهر بالعراق رجل من العجم عالي المنزلة عند الله والناس اسمه عبد القادر و سكنه بغداد يقول قدمي هذه علىٰ رقبة كل ولي الله ويدين له الاولياء في عصره ذالک الفرد في وقته

یعنی ایک روز انہوں نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ عنقریب عراق میں ایک عجمی شخص جو کہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک عالی مرتبہ ہوگا۔اس کا نام عبدالقادر ہوگا اور بغداد شریف میں سکونت اختیار کرے گا۔

قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کا اعلان فرمائے گا اور زمانہ کے تمام اولیاء اللہ اس کے مطیع ہوں گے۔(بہجۃ الاسرار ص ۱۴ سطر ۴ تا ۶،قلائد الجواہر۔ص ۲۳ سطر ۲ تا ۵)

شیخ مسلمہ بن نعمۃ السروجی رضی اللہ عنہ

سے کسی نے پوچھا کہ اس وقت قطب وقت کون ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔قطب وقت اس وقت مکہ مکرمہ میں ہیں۔اور ابھی وہ لوگوں پر مخفی ہیں۔انہیں صالحین کے سوا دوسرا کوئی نہیں پہچانتا۔نیز عراق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ عنقریب ایک عجمی شخص جن کا نام نامی اسم گرامی عبدالقادر ہوگا ظاہر ہوگا۔جن سے کرامات اور خوارق عادات بکثرت ظاہر ہوں گے۔اور یہی وہ غوث اور قطب ہوں گے جو مجمع عام میں قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ فرمائیں گے۔اور اپنے اس قول میں حق بجانب ہوں گے۔تمام اولیاء وقت آپ کے قدم کے نیچے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ان کی ذات بابرکات اور ان کی کرامات کی تصدیق کرنے کی وجہ سے لوگوں کو نفع پہنچائے گا۔

(قلائد الجواہر۔۲۳،۲۴ مطبوطہ مصر)

جس کی منبر بنیں گردن اولیاء
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

اپنی ولایت کا چھوٹی عمر میں علم ہونا

حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا متیٰ علمت انك ولی الله تعالیٰ۔آپ کو کب سے معلوم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ انا ابن عشر سنين نى بلدنا اخرج من دارنا و اذهب الى المكتب فارى الملئكة عليهم السلام تمشى حولى فاذا وصلت الى المكتب سمعت الملئكة يقولون انسحو الولى الله حتىٰ يجلس ۔ میں بارہ برس کا تھا کہ اپنے شہر کے مدرسہ میں پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا تو میں اپنے اردگرد فرشتوں کو چلتے دیکھتا تھا۔اور جب مدرسہ میں پہنچتا تو میں انہیں یہ کہتے ہوئے سنتا کہ ہٹ جاؤ! اللہ تعالیٰ کے ولی کو بیٹھنے کے لئے جگہ دو۔(بہجۃ الاسرار۔ص ۲۱،قلائد الجواہر۔ص ۹،اخبار الاخیار فارسی۔ص ۲۲،سفینۃ الاولیاء،ص ۶۳ تحفہ قادریہ)

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں صغر سنی کے عالم میں مدرسہ کو جایا کرتا تھا تو روزانہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آتا اور مجھے مدرسہ لے جاتا خود بھی میرے پاس بیٹھا رہتا۔میں اس کو مطلقاً نہ پہچانتا تھا کہ یہ فرشتہ ہے۔

ایک روز میں نے اس سے پوچھا من تکون آپ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا۔انا ملك من الملائكة عليهم السلام ارسلنى الله تعالىٰ اكون معك مادمت فى المكتب میں فرشتوں میں سے ایک

فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں مدرسہ میں آپ کے ساتھ رہا کروں۔ (قلائدالجواہر۔ص ۱۳۵،۱۳۶)

شہنشاہ بغداد قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک روز میرے قریب سے ایک شخص گزرا جس کو میں بالکل نہ جانتا تھا۔ اس نے جب فرشتوں کو یہ کہتے سنا کہ کشادہ ہو جاؤ تا کہ اللہ کا ولی بیٹھ جائے تو اس نے فرشتوں میں سے ایک کو پوچھا۔ ما ھذا الصبی یہ لڑکا کس کا ہے؟ تو فرشتے نے جواب دیا۔ ھذا ابن بیت الاشراف۔ یہ سادات کے گھرانے کا لڑکا ہے۔ تو اس نے کہا سیکو ن لھذا شان عظیم۔ عنقریب یہ بہت بڑی شان والا ہوگا۔ حضور شاہ جیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چالیس سال کے بعد میں نے ان کو پہچانا کہ وہ ابدال وقت میں سے تھا۔ (بہجۃ الاسرار۔ص ۲۱، قلائدالجواہر ص ۹، مطبوعہ مصر)

حضرت غوث صمدانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں کہ میں جب بچپن میں کبھی بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو میں کسی کہنے والے کی آواز کو سنتا جو مجھے کہتا۔ الی یا مبارک اے خوش بخت اور خوش نصیب تم میرے پاس آجاؤ۔ تو میں فوراً والدہ محترمہ کی گود میں چلا جاتا۔ (بہجۃ الاسرار۔ص ۲۱، قلائد الجواہر ص ۹)

میرے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ابتدائے جوانی میں مجھ پر نیند غالب آتی۔ تو میرے کانوں میں یہ آواز آتی۔ اے عبدالقادر! ہم نے تجھ کو سونے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ (بہجۃ الاسرار۔ص ۲۱، سفینۃ الاولیاء ص ۶۳)

علم دین حاصل کرنے کا اشارہ

شیخ محمد بن قائد الاوانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے فرمایا کہ حج کے دن بچپن میں مجھے ایک مرتبہ جنگل کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ اور ایک بیل کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ کہ اس بیل نے میری طرف دیکھ کر کہا اے عبدالقادر! ما لھذا خلقت تم کو اس قسم کے کاموں کیلئے تو پیدا نہیں کیا گیا۔ میں گھبرا کر گھر لوٹا۔ اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا۔ فرایت الناس واقفین بعرفات تو میں نے عرفات کے میدان میں لوگوں کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ بعد ازیں میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ھبینی لللہ عزوجل و اذنی لی فی المسیر الیٰ بغداد اشتغل با العلم وازور الصالحین۔ یعنی آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ وقف کر دیں۔ اور مجھے بغداد جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں وہاں جا کر علم دین حاصل کروں اور صالحین کی زیارت کروں۔

آپ نے مجھ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ میں نے بیل والا واقعہ عرض کیا۔ تو آپ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ اسی دینار جو میرے والد ماجد کی وراثت تھے۔ میرے پاس لے آئیں تو میں نے ان میں سے چالیس دینار لے لئے۔ اور چالیس دینار اپنے بھائی سید ابو احمد علیہ الرحمتہ کے لئے چھوڑ دیئے۔ آپ نے میرے چالیس دینار میری گڈری میں سی دیئے اور مجھے بغداد جانے کی اجازت عنایت فرمادی۔

آپ نے مجھے ہر حال میں راست گوئی اور سچائی کو اپنانے کی تاکید فرمائی۔ اور جیلان کے باہر تک مجھے الوداع کہنے کے لئے تشریف لائیں اور فرمایا یاولدی اذھب فقد خرجت عنك لله عزوجل فھذا وجہ لا اراہ الی یوم القیامۃ۔ اے میرے فرزند ارجمند! میں تجھے محض اللہ تعالیٰ عزوجل کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اپنے پاس سے جدا کرتی ہوں اور اب مجھے تمہارا منہ قیامت کو ہی دیکھنا نصیب ہوگا (بہجۃ الاسرار۔ص ۸۷، قلائدالجواہر۔ص ۸،۹، نزہتہ الخاطر الفاتر۔ص ۳۲، اخبار الاخیار فارسی۔ص ۲۲ نفحات الانس فارسی، ص ۳۵۱)

تشریف آوری سے بغداد میں رحمت باری

حضرت علامہ عارف باللہ نور الدین ابی الحسن علی بن یوسف الشطنوفی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف لطیف بہجۃ الاسرار فی معدن الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قدم میمنت لزوم سے ۸ ہجری بغداد شریف کو شرف بخشا تو بغداد کی سعادتمندی کے جملہ آثار نمایاں ہو گئے۔ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ ان کا مبارک قدم پہنچتے ہی رحمت کی بدلیاں چھا گئیں باران رحمت کے بادل نثار ہونے لگے جس سے اس سرزمین میں رشد و ہدایت کی روشنی میں دوگنا اضافہ ہو گیا اور گھر گھر اجالا ہو گیا

بمقد مہ انھل السحاب و اعشب العراق

وازال الغی واتضع الد شد!

(بہجۃ الاسرار، ص ۱۰۵، قلائدالجواہر، ص ۴)

علم دین: حضرت قطب الاقطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ

۱۔ علم دین حاصل کرنا ہر ایک مسلمان پر صرف ضروری ہی نہیں بلکہ روحانی بیماریوں کے لئے شفاء کلی ہے۔

۲۔ علم دین پرہیزگاری کا ایک سیدھا راستہ ہے۔ اور اس کی حجت اور واضح دلیل ہے۔ نیز بہت بڑا درجہ ہے۔

۳۔ علم دین یقین کے تمام طریقوں میں سب سے اعلیٰ اور انسب ہے۔

۴۔ نیک لوگوں کا مایہ فخر، ناز اور سند ہے۔ تو آپ نے اس کے حصول کیلئے بڑی جدوجہد کی۔ اور دور و نزدیک کے علماء کرام، مشائخ عظام، فقہاء علام سے بڑی کوشش سے حاصل کی۔

(قلائدالجواہر۔ص ۴۔ازعلامہ محمد بن یحییٰ حلبی الرحمۃ مطبوعہ مصر)

آپ کے اساتذہ کرام

قرآن پاک تو آپ نے پہلے ہی حفظ کرلیا تھا۔اس کے بعد آپ نے علم فقہ عرصہ درازتک بہت بڑے فقہا مثلاً ابوالوفاعلی بن عقیل الحنبلی، ابوالخطاب محفوظ الکلوزانی الحنبلی، ابوالحسن محمد بن قاضی ابویعلیٰ، محمد بن الحسین بن محمد الفراء الحنبلی اور قاضی ابوسعید سے حاصل فرمایا۔

علم حدیث شریف بڑے محدثین محمد بن الحسن الباقلائی، ابوسعید محمد بن الکریم بن حشیشا، ابوالغنائم محمد بن محمد بن علی بن میمون القرسی، ابوبکر احمد بن المظفر، ابوجعفر بن احمد بن الحسین القاری، السراج، ابوالقاسم علی بن احمد بن بنان الکرخی، ابوطالب عبدالقادر بن محمد بن یوسف، عبدالرحمٰن بن احمد، ابو البرکات ہبۃ اللہ ابن المبارک، ابوالعز محمد بن المختار، ابونصر محمد، ابوغالب احمد، ابوعبد اللہ یحییٰ، ابوالحسن بن المبارک بن الطیوری، ابومنصور عبدالرحمان القزاز، ابوالبرکات طلحہ العاقولی وغیرہم علیہم الرحمۃ سے حاصل فرمایا۔

علم ادب: آپ نے ابوذکریا یحییٰ بن علی العبریزی سے حاصل فرمایا۔

تصوف: آپ نے شیخ ابویعقوب یوسف بن ایوب الہمدانی علیہاالرحمۃ سے حاصل فرمایا۔(قلائدالجواہر عربی، ص ۴ مطبوعہ مصر)

آپ کا علمی مقام

امام ربانی شیخ عبدالوہاب الشعرانی، شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ محمد بن یحییٰ حلبی علیہم الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاغیاث رضی اللہ تعالیٰ عنہ یتکلم فی ثلاثۃ عشر علماً تیرہ علموں میں تقریر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔(طبقات الکبریٰ جلدا۔ص ۱۲۷، مطبوعہ مصر، قلائدالجواہر ص ۸۳)

پیش او جملہ فصیحان عرب عجمی شدند
کہ بسے نازگی ولطف وفصاحت دارد

علامہ شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ عالیہ میں لوگ آپ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور کلام کا علم پڑھتے تھے۔دوپہر سے پہلے اور بعد دونوں وقت تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اصول اور نحو لوگوں کو پڑھاتے تھے۔اور ظہر کے بعد قراتوں کے ساتھ قرآن پاک پڑھاتے تھے۔(طبقات الکبریٰ جلدا ص ۱۲۷، قلائدالجواہر ص ۳۸ مطبوعہ مصر)

ابومحمد الخشاب نحوی علیہ الرحمۃ

بیان کرتے ہیں کہ میں عین عالم شباب میں علم نحو پڑھتا تھا۔اس وقت اکثر لوگوں سے آپ کے اوصاف سننے میں آتے کہ آپ نہایت فصاحت اور بلاغت سے وعظ فرماتے ہیں۔اس لئے میں آپ کے وعظ سننے کا شائق تھا۔مگر عدیم الفرصتی حائل ہوتی رہی۔

چنانچہ ایک دفعہ لوگوں کے ساتھ آپ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا۔آپ نے میری طرف التفات کرکے فرمایا کہ تم ہمارے پاس رہو، تو ہم تمہیں زمانہ کا سیبویہ بنادیں گے۔میں نے رضامندی کا اظہار کیا۔اور اسی وقت سے ہی آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر رہنا شروع کردیا۔اور عرصہ قلیل میں ہی مجھے آپ کی بارگاہ عالیہ سے وہ کچھ حاصل ہوا جو کہ میں اس عمر تک حاصل نہ کرسکا تھا۔مسائل نحویہ وعلوم عقلیہ ونقلیہ جو کہ مجھے اب تک معلوم نہ ہوئے تھے اچھی طرح سے ذہین نشین ہوگئے۔(قلائدالجواہر، ص ۳۲)

آپ کے علم کا امتحان لینے کیلئے ایک سوفقہا کا آنا

حضرت غوث العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم وعرفان کی شہرت جب دور دراز کے ملکوں اور شہروں میں ہوئی۔تو بغداد شریف کے اجل فقہا میں سے ایک سوفقہا آپ کے علم کا امتحان لینے کی غرض سے حاضر ہوا۔اور ان فقہا سے ہر فقیہ بہت سے پیچیدہ مسائل لے کر حاضر ہوا۔جب وہ سب فقیہہ بیٹھ گئے تو آپ نے اپنی گردن مبارک جھکالی اور آپ کے سینہ مبارک سے نور کی ایک کرن ظاہر ہوئی جو ان سب فقہا کے سینوں پر پڑی۔جس سے ان کے دل میں جو جو سوالات تھے وہ سب صلب ہوگئے۔وہ سخت پریشان اور مضطرب ہوئے۔سب نے مل کر زور سے چیخ ماری اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔اپنی پگڑیاں پھینک دیں۔ثم صعد الکرسی واجاب الجمیع عما کان عندھم فاعترفوا بفضلہ۔ اس کے بعد آپ کرسی پر جلوہ افروز ہوئے۔اور ان کے سوالات (جو اپنے دلوں میں لے کر حاضر ہوئے تھے) کے جوابات ارشاد فرمائے جس پر سب فقہا نے آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا۔(جامع کرامات الاولیاء، للعلامۃ النبھانی جلدا۔ص ۲۰۱، قلائد الجواہر۔ص ۳۳، طبقات الکبریٰ جلدا۔ص ۱۲۸ سطر ۱۴ تا ۱۷۔نزہۃ الخاطر الفاتر ص ۶۸، ۲۹ تفریح الخاطر ص ۵۱، تحفہ قادریہ ص ۴۷، ۷۵)

ایک آیت کی تفسیر

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ آپ کے علمی کمالات کے متعلق ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک روز کسی قاری نے آپ کی مجلس شریفہ میں قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی۔تو آپ نے آیت کی تفسیر میں پہلے ایک معنے پھر دوسرے اس کے بعد تیسرے معنے یہاں تک کہ حاضرین کے علم کے مطابق آپ نے اس آیت کے گیارہ معانی بیان فرمائے۔بعد ازیں دیگر وجوہات بیان فرمائیں جن کی تعداد چالیس تھی۔اور ہر وجہ کی تائید میں دلائل قاطعہ بیان فرمائے۔ہر معنے کے ساتھ سند بیان فرمائی۔آپ کے علمی دلائل کی تفصیل سے سب حاضرین متعجب ہوئے۔(اخبارالاخیار فارسی ص ۱۶، ۱۷، قلائدالجواہر ص ۳۸)

حضور سیدنا غوث اعظم کے اخلاق و عادات

قاضی عبد النبی کوکب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاق و عادات: اولیاء اللہ کی زندگی کا سب سے محبوب پہلو یہ ہوتا ہے کہ ان کے اخلاق کی داستان سن کر رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی عادات کو ''سنن نبویہ'' کے پرتو سے منور کر چکے ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر اکابر صوفیاء فرما گئے ہیں کہ ''دراصل سنت نبوی کی اتباع ہی کا نام ولائت ہے۔''

اب اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے ممدوح گرامی، غوث صمدانی، محبوب یزدانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز جو گروہ اولیاء کے سرتاج ہیں، مقام اخلاق میں، حضور سرور عالم ﷺ کے نقوش پا سے کس قدر قریب ہوں گے۔

حضرت شیخ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دل، جیسے محبت الٰہی کی لذتوں سے سرشار تھا، اسی طرح خلق خدا کی خدمت کی جذبے سے بھی معمور تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی ساری زندگی غربا فقرا اور طلباء کی صحبتوں میں گزری۔ مقبولیت اور عظمت کا یہ عالم تھا کہ شہر سے گزرتے تو گلی کوچوں میں مرد و زن ہجوم کئے ہوتے اور بازاروں میں لوگ دکانوں سے اتر کر قطار بستہ کھڑے ہو جاتے۔ شہر کے امرا کبرا قدم بوسی کو ترستے رہتے مگر آپ غریبوں اور کمزوروں کو نوازتے ناداروں اور بیکسوں کے پاس بیٹھتے۔ سفر پر جاتے تو غربا کی جھونپڑیوں میں قیام پذیر ہوتے اور رؤسا کی آرزوؤں کے باوجود ان کے محلات کا رخ نہ کرتے۔

ایک واقعہ: ایک مرتبہ سفر حجاز کے لئے تشریف لے گئے۔ خلف صالح شیخ عبد الرزاق ساتھ تھے۔ وہ فرماتے ہیں جب ابا جان کی سواری مقام حلّہ پر پہنچی تو آپ نے ٹھہرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ بستی کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے ویرانے کا رخ کر لیا۔ چند قدم چلے ہوں گے کہ ایک اونی خیمہ نظر آیا۔ جہاں ایک بوڑھا، ایک بڑھیا اور ایک لڑکی سکونت پذیر تھے۔ ابا جان نے اس بوڑھے مرد سے اجازت لی اور ہمارا قافلہ جنگل میں ان کے خیمے کے ساتھ فروکش ہوا۔ اب ادھر حلّہ کی ساری بستی میں حضرت کی آمد کی خبر پھیل چکی تھی۔ چند لمحے گزرے ہوں گے کہ بستی کے بڑے بڑے متمول لوگ حاضر خدمت ہونے لگے اور اصرار کرنے لگے کہ بستی میں چل کر ہمارے ہاں قیام فرمائیے۔ مگر آپ نے کسی کی درخواست منظور نہ فرمائی۔

جب لوگوں کو یقین ہوا کہ حضرت اس ہی جھونپڑی میں ٹھہریں گے تو آس پاس کی بستیوں سے نیازمند گروہ در گروہ تحائف و ہدایا لے کر حاضر خدمت ہونے لگے۔ حضرت تحائف وصول فرماتے اور جھونپڑی والوں کو دیتے جاتے۔ حتیٰ کہ صرف مویشیوں کی تعداد اتنی ہوگی کہ جنگل میں دور تک گلے چرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اس طرح سرکار غوثیت مآب کے فیض قدم سے اس کٹیا کے نادار، بستی کے بڑے بڑے مالداروں سے زیادہ صاحب ثروت ہو گئے۔ (۱)

آئے وہ اور جمال دکھا کر چلے گئے　　خوابیدہ زندگی کو جگا کر چلے گئے

محتاجوں کی مدد: ضرورت مندوں کی مدد فرماتے۔ محتاجوں کی حاجت پوری کر دیتے۔ ایک خستہ حال مسافر دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا ''میاں کیوں پریشان ہو؟'' اس نے عرض کیا۔ ''میں مسافر ہوں۔ پیدل سفر کر رہا ہوں، مگر یہاں راستے میں دریا آن پڑا ہے اور کشتی کا کرایہ پاس نہیں۔'' آپ نے اسی وقت اسے تیس دینار عطا فرمائے اور غریب مسافر کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔

مہمان نوازی: جس طرح فیوضات کیلئے آپ کا آستانہ مرجع عالم تھا۔ اسی طرح اہل احتیاج کے لئے مسافروں اور مہمانوں کیلئے صبح و شام جود و کرم کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ مہمان خانے کا انتظام اپنے اہتمام سے کرتے۔ رات کو جب دسترخوان بچھتا تو دنیا دیکھتی کہ اولیاء کا سردار مسافروں میں بیٹھا کھانا کھا رہا ہوتا تھا۔

کئی لوگ اپنے دل میں خاص قسم کے کھانوں کا خیال لے کر آتے اور اپنی اپنی آرزو کے مطابق کھانا کھا کر جاتے۔ واعظ مصر شیخ زین الدین علی بن ابی طاہر حج سے واپسی پر بغداد آئے۔ اتفاق سے زادِ راہ ختم ہو گیا۔ سفر کا معاملہ تھا اور بغداد میں انہیں کوئی جانتا نہ تھا۔ بالآخر بھوک سے بے تاب ہوئے اور حضرت کے مکان خانے میں آئے۔ آپ نے دیکھتے ہی خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا۔

شیخ زین الدین فرماتے ہیں میں نے اپنے رفیق سے سرگوشی کی کہ تو کیا کھائے گا۔ اس نے کہا کہ کشک (ایک خاص کھانا جو دودھ میں تیار ہوتا تھا) اور خود میں نے دل میں شہد کا خیال کیا۔ چنانچہ آپ نے تصرف قلب سے معلوم کر کے یہی کھانے منگوائے۔ مگر خادم نے کشک میرے آگے اور شہد میرے ساتھی کے سامنے رکھ دیا۔ اس پر حضرت نے ٹوکا اور فرمایا، یوں ٹھیک نہیں "اس کا الٹ کرو"۔ یہ دیکھ کر شیخ زین الدین فدا ہو گئے اور حلقہ صحبت میں داخل ہوئے۔

صبر و صداقت اور استحکام واستقلال میں آپ کی شخصیت یکتائے عصر تھی۔ اس کے ساتھ قدرت نے قناعت و کفائت اور ایثار و سخانشی کے جو ہر بھی عطا کئے تھے۔

راستی: آپ کی صداقت کے لئے اس کلمہ صدق کا یاد رکھنا کافی ہے، جو ہمدان کے قریب آپ نے ڈاکوؤں کے سردار کے سامنے بولا تھا۔ نیز وہ حقیقت، جس کا اظہار ایک مرتبہ آپ نے ایک سوال کے جواب میں کیا تھا۔ یعنی آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے جملہ منازل ارتقاء کی بنیاد کیا ہے۔'' تو آپ نے فرمایا تھا ''صدق'' (یعنی سچائی، قول میں بھی اور فعل میں بھی)

صبر و تحمل: آپ کے زمانہ طالب علمی پر نظر ڈالئے تو صبر و تحمل کی تفسیر سمجھ میں آئے گی۔ وہ مسافری، وہ قحط، وہ بھوک کی راتیں، وہ فاقے کے دن، وہ اجنبیت اور وہ بے سروسامانی، مگر ان تمام صعوبتوں پر آپ کی خندہ پیشانی کس قدر حیرت انگیز ہے!

ایثار و سخا: پھر لطف یہ کہ اس دورِ ابتلاء میں اگر کبھی جیب میں چند سکے آ گئے تو شاہانہ سخاوت اور مردانہ ایثار کی شان دکھا دی۔ ایک دفعہ بیس دن کے مسلسل فاقے کے بعد والدہ کی بھیجی ہوئی رقم وصول ہوئی۔ آپ نے ایک وقت کی روٹی کے پیسے رکھ لئے۔ باقی خرابہ کسریٰ کے فقراء میں تقسیم کر آئے۔ شہر میں آ کر کھانا خریدا تو اس میں بھی چند درویشوں کو شریک کر لیا۔

نیم نانے گر خورد مردِ خدا　　بذلِ درویشاں کند نیم دگر

ترجمہ: مرد خدا کے ہاتھ میں اگر ایک روٹی ہی ہو تو بھی اس میں آدھی درویشوں پر ضرور خرچ کر دے گا۔

آپ کا مرغوب عمل: جود و کرم کی یہ عادت مبارکہ آپ کی زندگی کے ہر دور میں نمایاں رہی۔ کوشش یہ ہوتی تھی کہ کوئی ضرورت مند خالی نہ جائے۔ بسا اوقات سائلوں کو اپنے کپڑے اتار کر عطا کر دیتے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے میں بڑا حظ محسوس کرتے۔ فرمایا کرتے تھے۔ میں نے تمام اعمال صالحہ کی چھان بین کی ہے۔ ان میں سب سے افضل عمل بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اگر میرے پاس دنیا بھر کے خزانے آ جائیں تو سب کے سب بھوکوں پر صرف کر دوں۔ (۱)

احباب سے سلوک: اپنے احباب کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کا برتاؤ فرماتے مجلس میں عزت وتکریم کے ساتھ بٹھاتے۔ شیخ علی بن ابی نصر ہیتی جو عراق کے اقطاب میں سے تھے، حضرت شیخ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ جب کبھی وہ اپنی بستی سے آپ کو ملنے کے لئے بغداد آتے، تو مدرسے کے دروازے پر پاپوش اتار کر کھڑے ہو جاتے۔ اس وقت جناب شیخ انہیں فرطِ محبت سے پکارتے'' بھائی! میرے پاس آیئے۔'' اور پھر اپنے پہلو میں پاس بٹھا لیتے۔ (۱)

عیادت: آپ کے اصحاب میں سے کوئی غیر حاضر ہوتا، اس کے حالات دریافت فرماتے، کوئی بیمار ہو جاتا، تو عیادت کیلئے تشریف لے جاتے خواہ سفر ہی اختیار کرنا پڑتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ شیخ علی ہیتی بیمار ہو گئے تو آپ ان کی بیمار پرسی کے لئے ان کی بستی زریران میں تشریف لے گئے، جو بغداد سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔

اولیاء سے رابطہ: آپ اپنے عہد کے اولیاء اللہ سے ملنے کے بہت مشتاق تھے۔ ابتداء عمر میں بغداد کے جملہ اہل اللہ کی مجالس میں جاتے۔ تاج العارفین شہر میں وعظ کہا کرتے تھے جس میں اکثر و بیشتر آپ شریک ہوتے رہتے تھے۔ آپ دوران سفر میں بھی ایسی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھتے، چنانچہ عہد طالب علمی کے ایک سفر میں شیخ شریف یعقوبی سے ملاقات کی۔ سفر حج میں شیخ ابن مرزوق اور شیخ ابو مدین سے ملاقاتیں ہوئیں۔ علاوہ ازیں بلاد عجم و ملک عراق کے اکثر زہاد و اولیاء سے آپ کا ملنا ثابت ہے۔

مزارات: کبھی کبھی قبرستانوں کی طرف بھی تشریف لے جاتے۔ بغداد کے مقبرہ شونیزیہ میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اور جعفر خلدی جیسے صالحین لیٹے تھے۔ اس لئے یہاں حضرت اکثر آیا کرتے تھے۔ خود آپ کے مرشد صحبت شیخ حماد کا مزار بھی یہیں تھا۔ حضرت خواجہ معروف کرخی اور امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہم کے مزارات پر بھی بارہا تشریف لے جاتے۔

دنیا داروں اور دنیا کی چیزوں کیلئے آپ کے دل میں کوئی جگہ نہ تھی۔آپ نے دولت کبھی جمع نہ فرمائی۔جو کچھ آتا۔فقراء اور طلباء میں تقسیم ہو جاتا۔آپ کی چند نرینہ اولادیں مختلف اوقات میں وفات پاتی رہیں، مگر آپ پر کوئی تغیر نہ آتا۔ایک مرتبہ وعظ کے دوران ایسی ہی خبر بدملی، مگر آپ نے پورے اطمینان سے وعظ جاری رکھا۔لوگ یہ استقلال دیکھ کر حیران رہ گے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے ہاتھوں پہ رکھ کر دل سے کہہ دیتا ہوں کہ''یہ میت ہے''۔(یعنی آخر سب نے فنا ہونا ہے)۔بس پھر اس کی موت سے مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

استغناء: غافل دنیاداروں کی آپ قطعاً پروانہ کرتے، خواہ رئیس ہو، خواہ حاکم وقت۔ایک مرتبہ خلیفہ وقت مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف اشرفیوں کے دس توڑے لے کر حاضر خدمت ہوا۔آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر اس کے اصرار پر تھیلیاں ہاتھ میں پکڑ کر نچوڑیں، تو ان سے خون ٹپکنے لگا۔خلیفہ متحیر رہ گیا۔آپ نے فرمایا''یہ لوگوں کا چوسا ہوا خون ہے۔اگر رشتہ رسالت کا پاس نہ ہوتا تو یہ خون تمہارے محلات تک بہتا''

جب کبھی خلیفہ یا کسی اور حاکم وغیرہ کی آمد کی خبر ملتی، تو آپ اٹھ کر اندر تشریف لے جاتے۔جب وہ آکر بیٹھ جاتے تو آپ آجاتے اور وہ تعظیم میں کھڑے ہو جاتے۔آپ کی سوانح کی کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ زندگی کے کسی حصے میں بھی کسی امیر، رئیس یا حاکم کے پاس گئے ہوں، ہمیشہ حکام وامراء آپ کے دربار میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

عبادت وخوف خدا: عبادت وریاضت کا شوق گویا گھٹی میں ملا تھا۔ شب بیداری، نوافل، مسلسل روزہ، تلاوت قرآن اور مجاہدات کے اشغال کی بہ کثرت روایت مذکور ہیں ذوق تلاوت کا غلبہ ہوتا تو پوری پوری رات قرآن پڑھتے گزار دیتے۔یاد الٰہی کے لئے کبھی مسجد میں، کبھی بستی میں اور کبھی ویرانوں میں بے تاب نظر آتے۔مقبولیت ومحبوبیت کے مقامات عالیہ پر فائز ہونے کے باوجود خوف خدا اس حد تک غالب تھا کہ شاید وباید۔بہ روایت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو حرم کعبہ میں یوں دیکھا گیا کہ سر کنکر یوں پر رکھا ہے، آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں، اور عرض کر رہے ہیں۔''اے مالک! اگر میں سزا کا مستحق ہوں تو قیامت کو مجھے نابینا اٹھانا تا کہ تیرے برگزیدہ بندوں میں شرمسار نہ ہوں۔''اللہ اکبر علامہ اقبال مرحوم نے اسی احساس کو اپنے تخیل کے حسین پیکروں میں ملبوس کر کے اس رباعی میں جلوہ گر کر دیا ہے

بیاباں چون رسد ایں عالم پیر شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضور خواجہ مارا حساب ما زچشم اونہاں گیر

رزق حلال: اسلاف کی طرح آپ مشکوک روزی سے کلی اجتناب فرماتے۔رزق حلال کا سوکھا ٹکڑا کھا کر خوش رہتے۔مجاہدات کے زمانے میں کئی دفعہ شہر آتے مگر طیب چیز میسر نہ آتی، تو پھر واپس صحراؤں کو چلے جاتے۔ مسند تبلیغ وارشاد پر متمکن ہونے کے بعد بھی اپنے کھانے کے بارے میں نہایت محتاط رہے۔اپنے متعلقین میں سے کچھ کاشتکاروں کے ذمے یہ خدمت تھی کہ وہ ہر سال اپنی نگرانی سے گیہوں کا فصل تیار کر کے لاتے۔پھر خاص خدام ہی اسے پیستے اور چند روٹیاں پکا کر سامنے حاضر کی جاتیں۔آپ روٹیوں کے ٹکڑے کر کے کچھ اپنے لئے رکھ لیتے اور باقی احباب خاص میں تقسیم کر دیتے۔یہاں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اہل اللہ کی نظر میں رزق حلال کیا اہمیت رکھتا ہے۔

طبیعت میں حلم اور بردباری کی شان غالب تھی کسی ذاتی یا خاندانی معاملے میں غصہ نہ فرماتے عوام یا خواص سے کوئی لغزش ہو جاتی تو اسے معاف فرما دیتے۔آپ کو اپنے خدام کی خطاؤں کا علم ہوتا۔لیکن درگزر سے کام لیتے۔البتہ حدود الٰہی کے بارے میں نہایت سخت گیری فرماتے۔سنت کی پابندی پر خود بھی کاربند تھے اور متعلقین کو بھی یہی تلقین کرتے۔شیخ ابوالقاسم بزاز اور شیخ ابوعبداللہ بغدادی نے سرکار بغداد کے اخلاق کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:۔

''آپ کے اخلاق نہایت محبوب، اوصاف از حد پاکیزہ تھے۔ہر رات عام دستر خوان بچھتا۔مہمانوں کے ساتھ کھاتے۔کمزوروں کے ساتھ بیٹھتے۔بیماروں کی عیادت فرماتے۔طلباء سے خاص انس رکھتے۔اپنے رفقاء کی خطائیں معاف کر دیتے۔جو شخص قسم کھاتا اسے سچا قرار دیتے اور اس کے متعلق اپنا علم پوشیدہ رکھتے۔آپ سے زیادہ صاحب حیاء میں نے کوئی نہ دیکھا۔''(بہجہ صفحہ۱۰۴)

''سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ رقیق القلب، خدا سے بہت ڈرنے والے، بڑی ہیبت والے، از حد کریم الاخلاق اور پاکیزہ طبع تھے۔محارم الٰہی کی بے حرمتی کے وقت سخت گیر تھے مگر اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیتے۔''ان چند سطور میں آپ کے اخلاق عالیہ کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔تاہم اس آئینے کے ہر گوشے میں''خلق عظیم'' کی کرنیں جگمگاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔رب کریم اس آثم وعاصی کو اور جملہ مسلمانوں کو اس مبارک زندگی کی روشنی میں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے!

بجاہ حضور غوث الثقلین

☆......☆......☆

حضرت غوث جیلانی

حضرت شاہ ولی اللہ کی نظر میں

مرتبہ: مصنف شہیر علامہ صوفی محمد صدیق ضیاء صاحب (انجینئر تربیلہ ڈیم)

"اللہ" کی قسم قرآن کے پرچم گاڑ دیتا میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت غوث جیلانی رضی اللہ عنہ کا فیض: حضرت غوث جیلانی رضی اللہ عنہ کا فیض اس زمانہ میں کوئی شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت پیران پیر سے خوارق (کرامات) میں زیادہ مشہور نہیں۔ اگر آج کسی شخص کو کسی خاص روح کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے اور وہاں سے فیض حاصل کرے تو اکثر یہ فیض اس سے خالی نہیں کہ یا تو خود حضرت سرور عالم ﷺ سے ہو یا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے یا حضرت غوث جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے۔ (قطرات ترجمہ ہمعات ص ۴۵)

غوث الثقلین اور غوث اعظم کہنا جائز

حضرت غوث الثقلین قدس سرہ اور سب مشائخ سلسلہ پہلے پچھلے سب کی فاتحہ دے جیسے کہ اسے شرط کیا ہے مشائخ نے۔ (انتباہ مترجم ص ۲۵)

اور حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے طریقہ کی اصل نسبت اویسیہ ہے۔ یہی وجہ ہے کی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فخر اور بڑائی کے کلمے ارشاد فرمائے ہیں اور آپ سے تسخیر عالم ظہور میں آتی تھی (قطرات ترجمہ ہمعات ص ۶۲)

ائمہ اہل بیت اور غوث اعظم رضی اللہ عنہم کی نسبتوں میں مناسبت

جب حضرات ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی ارواح طیبہ میں گہری نظر ڈالی گئی تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مبارک روح میں ایک خاص قسم کا امتیاز، تمکنت اور عظمت نظر آئی جو اوروں میں نہ دیکھی گئی اور کھلے طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو مخصوص نسبت اہل بیت رضی اللہ عنہم میں ہے وہ افکار کے مل جانے کی وجہ سے اتمام اور کمال کی شکل اختیار کر گئی ہے اور آپ کے بعد یہ مبارک نسبت اسی کیفیت پر رہی اور پھر اس نسبت مبارکہ کی جو شوکت و عظمت حضرت غوث سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں نظر آتی ہے، وہ کسی دوسرے میں نہیں۔ (القول الجلی کی بازیافت ص ۴۰، بحوالہ القول الجلی ص ۷۹، ۸۰)

آپ کی مجلس میں انبیا علیہ السلام و اولیاء علیہم الرحمتہ کا ہجوم ہوتا

کان الشیخ عبدالقادر یحضر مجلس الانبیاء والاولیاء (شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء (علیہم الرحمتہ) کا ہجوم ہوتا تھا) کی تشریح میں حضرت شیخ ابو رضا علیہ الرحمتہ فرماتے تھے کی آپ رضی اللہ عنہ حقیقت روح جو کہ تمام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ سے واصل تھے۔ پس آپ اسی مرکز ہدایت سے گفتگو کرتے تھے جہاں سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمتہ گفتگو کرتے تھے ________ چونکہ آنجناب (شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ) کو عالم ارواح میں مکمل تمکین حاصل تھا اس لئے تدلیات ارواح انبیاء و اولیا (علیہم السلام و علیہم الرحمتہ) اپنے وجود مثالی سے آپ پر نزول کرتی تھیں۔ (انفاس العارفین اردو ص ۱۸۵، ۱۸۴)

خواب میں غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو مسرور دیکھنے کا بیان

حضرت والد صاحب فرماتے تھے خواب میں مجھے سلاسل اولیاء دکھائے گئے گویا کہ ایک وسیع بازار ہے جس میں مخصوص دکانیں ہیں۔ ہر دکان میں صاحب طریقہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہے۔ میں ان کے پاس سے گزرتا ہوا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی دکان پر پہنچا۔ میں اس جماعت میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہاں نصوص کی عبارت "الاعیان ماشمت رائحۃ الوجود" پر

بحث ہو رہی تھی۔ ہر شخص دوسرے سے الگ مفہوم بیان کرتا ہے۔ میری باری آئی تو میں نے بھی معنی بیان کئے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ یہ مفہوم سن کر بہت خوش ہوئے۔ (انفاس العارفین اردو ص ۷۷)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بیداری میں زیارت

شیخ ابورضا فرماتے تھے ایک مرتبہ میں نے بیداری میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا، اس جگہ بڑے بڑے اسرار مجھے تعلیم فرمائے۔

(انفاس العارفین اردو ص ۱۴۳)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا تصرف

مشائخ نے کہا ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندوں کی مثل تصرف کرتے ہیں۔ (قطرات ترجمہ ہمعات ص ۵) آپ سے تسخیر عالم ظہور میں آتی تھی، (قطرات ترجمہ ہمعات ص ۲۶)

قضائے مبرم اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ

کبھی عارف پر یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ قضاء فلاں واقعہ اس طرح ایجاد کرنے میں ضرور متعلق ہے اور اس میں تقدیر مبرم ہے۔ چنانچہ وہ عارف اپنی کوشش ہمت سے دعا کرتا ہے اور دعا میں خوب اصرار اور الحاح کرتا ہے حتی کی وہ قضا دوسرے طریقہ پر ایجاد کرنے میں منقلب ہو جاتی ہے،

تو یہ (عارف) پھر اس چیز کو حسب ارادہ پاتا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ایک تاجر کے میں منقول ہے جو کہ حماد رباس کے اصحاب میں سے تھا (فیوض الحرمین مترجم ص ۲۰۶۔۲۰۵)

غلام محی الدین نام درست اور آپ سے غلامی کی نسبت جائز

حضرت والد ماجد نے فرمایا۔ سید غلام محی الدین اور اس کا والد بیجا پور کی مہم میں بیمار ہو گئے ان کی بیماری لمبی اور سخت ہوگئی۔ ایک روز حضرت غوث اعظم (رضی اللہ عنہ) کو انہوں نے خواب میں دیکھا۔ فرمایا تم اپنے شیخ کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے (انہوں نے اپنے شیخ کی طرف رجوع کیا اور صحت یاب ہوئے) (انفاس العارفین اردو ص ۱۰۲)

آپ کے تبرکات

شاہ عبدالرحیم کو جُبّہ ملا ___ انہوں نے اللہ کا شکرادا کیا

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے اجمالاً بتایا گیا کہ آج تمہیں ایک نعمت ملے گی۔ میں سیر کے لئے نکلا۔ شہر کے ایک حصہ میں میرے دل نے گواہی دی کہ تیرا مطلوب اس جگہ ہے۔ میں نے پوچھا یہاں کوئی درویش یا فاضل شخص ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں فلاں درویش اس جگہ رہتا ہے۔ میں اس کی ملاقات کے لئے گیا۔ اس نے کہا حضرت غوث اعظم کا جبہ مجھے تبرک ملا ہے اور آج رات مجھے حکم ہوا ہے کہ آج جو شخص تمہارے پاس آئے یہ تبرک اسے دے دو۔ میں نے وہ جبہ لے کر خدا کا شکرادا کیا، (انفاس العارفین اردو ص ۶۹، ۷۰)

آپ سے منسوب ٹوپی خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی کو ملی

حضرت والد فرماتے تھے حرم شریف میں ایک شخص کو حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب ٹوپی اپنے آباء اجداد سے ملی تھی اور وہاں اس کی وجہ سے بہت محترم اور مکرم تھا۔ ایک رات خواب میں اس نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا ٹوپی ابوالقاسم اکبرآبادی کو دے دو۔ اس شخص کے دل میں خیال گزرا کہ اس شخص کی تخصیص میں کوئی حکمت ہے۔ امتحان کے طور پر ایک قیمتی جبہ اس کے ساتھ ملا دیا اور پوچھتے پچھاتے آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی یہ دونوں تبرک حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ انہوں نے مجھے خواب میں فرمایا کہ ابوالقاسم اکبرآبادی کو دے دو، اور انہیں آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے قبول فرمالیا اور بہت خوش ہوئے۔ اس شخص نے کہا یہ بہت بڑی نعمت ہے اس کے شکرانہ میں کافی طعام تیار کیجئے اور روساء شہر کی دعوت کیجئے (حضرت ابوالقاسم نے) فرمایا، کل آپ تشریف لائیں اور جس شخص کو چاہیں مدعو کریں۔ میں کافی کھانا تیار کروں گا۔ علی الصبح وہ شخص تمام رؤسا شہر کے ساتھ آیا اور کافی طعام تناول کیا اور فاتحہ پڑھی۔ دعوت سے فراغت کے بعد انہوں نے (روسائے شہر نے) پوچھا، آپ متوکل آدمی ہیں اور ظاہر اسباب نہیں ہیں، اس قدر طعام کیسے تیار ہو گیا۔ فرمایا ہم نے جبہ فروخت کر دیا اور ضروریات خرید لیں۔

وہ شخص چلایا کہ میں نے اس فقیر کو اہل سمجھا تھا، یہ تو فریبی نکلا۔ اس نے تو ان تبرکات کی قدر نہیں پہچانی۔ آپ نے فرمایا شور مت کرو۔ جو تبرک تھا (یعنی ٹوپی) اسے میں نے محفوظ کر لیا اور جو چیز تبرک نہیں تھی (یعنی جبہ) بلکہ امتحان تھی اسے فروخت کر دیا اور اس سے ضیافت اور شکرانہ کا سامان خرید لیا ہے۔ اب وہ آگاہ ہوا تو تمام اہل مجلس سے حقیقت حال بیان کر دی اور تمام نے کہا الحمدللہ تبرک اس کے حقدار کو پہنچ گیا۔

(انفاس العارفین۔ اردو ص ۵۲۔۵۳)

حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کے اخلاق کریمانہ

پروفیسر محمد حسین آسی

شجاعت وقوت، عزم واستقلال

ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ صاحب ازہری فرماتے ہیں

'لغت عرب میں تین لفظ ہیں، تہور، جبن اور شجاعة۔

۱: تہور: اس کو کہتے ہیں کہ سوچے سمجھے بغیر خطرات میں کود جانا۔ قوت غضبیہ کا یہ وہ پہلو ہے جس کو افراط کہتے ہیں۔

۲: جبن: بزدلی۔ جہاں خطرات کا مقابلہ ضروری ہو، اس وقت پسپائی اختیار کرنا جبن کہلاتا ہے۔

۳۔ شجاعة: عقل کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے خطرات کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جانا، اس کو شجاعت کہا جاتا ہے اور یہی چیز محمود اور قابل تعریف ہے۔ (ضیاء النبی)

اسی صفحے پر کچھ آگے فرماتے ہیں

"آپ نے سیرۃ نبوی کا مطالعہ فرمایا ہے۔ بیسوں ایسے واقعات اور حالات رونما ہوئے جن کے سامنے بڑے بڑے بہادروں کا زہرآب ہو جاتا ہے، ان کے ہوش وحواس اڑ جاتے ہیں اور بجائے پیش قدمی کے وہ پسپائی پر مجبور ہو جاتے ہیں لیکن از حد خطرناک حالات میں بھی ہم نے سرور عالم ﷺ کو ہمیشہ مصائب کے مقابلے میں سینہ سپر دیکھا ہے۔ قلق یا اضطراب، خوف یا ڈر کا کہیں دور دور تک نشان نہیں ملتا۔ سفر ہجرت جو خطرات سے لبریز ہے، غزوہ بدر جس میں دشمن کے لشکر جرار کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے اسلام کے پرچم تلے ایک قلیل تعداد ہے، احد، جبکہ ایک موقع پر بڑے بڑے نامور جنگ آزماؤں کے پاؤں پھسل گئے اور انھوں نے راہ فرار اختیار کی، غزوہ حنین، جبکہ دشمن کی اچانک تیر افگنی سے بڑے بڑے جوانمردوں کے حوصلے پست ہو گئے، ان تمام واقعات میں کہیں بھی حضور نبی کریم ﷺ کو پریشان و مضطرب نہیں دیکھا گیا۔ دشمن کے ہجوم کے سامنے، تیروں کی بارش میں ننگی تلواروں کے جھرمٹ میں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہو کر ثابت قدمی کا مظاہرہ فرماتے رہے، جنگ حنین میں جب مجاہدین جان بچانے کیلئے ادھر اُدھر ہو گئے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس خچر پر سوار تھے۔ اس کو ایڑ لگا رہے تھے، تاکہ دشمن کی طرف بڑھے اور نبی مکرم ﷺ بلند آواز سے یہ اعلان فرما رہے تھے

انا النبی لا کذب انا بن عبد المطلب

(میں نبی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عرب کے سردار اور بنی ہاشم کے رئیس اعظم عبد المطلب کا فرزند ہوں)

خوف و ہراس کی اس کیفیت میں (جس سے اکثر حضرات دوچار تھے) میں جب حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے بکھرے ہوئے ساتھیوں کو للکارا تو اپنے آقا کی للکار سنتے ہی وہ پروانوں کی طرح دوڑتے چلے آئے اور سرکار دوعالم ﷺ کے آس پاس حلقہ باندھ کر دشمن کے سامنے ایک فولادی دیوار قائم کر دی۔

اس قسم کے متعدد سنگین واقعات آپ نے پڑھے ہوں گے جن سے حضور نبی کریم ﷺ کی شان شجاعت کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

(ضیاالنبی ص)

اسی صفحے پر ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے

ما رایت اشجع ولا انجد ولا اجود ولا ارضی ولا افضل من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم (شمائل ترمذی ص ۶۶)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نہ کوئی
شجاع دیکھا ہے، نہ بہادر دیکھا ہے، نہ سخی دیکھا ہے اور
نہ جلد راضی ہونے والا اور نہ کسی کو کسی صفت میں بھی
حضور ﷺ سے برتر دیکھا ہے" (ضیاء النبی، ص ۳۳۱)

یہ ہے اس محبوب کریم جمیل عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شجاعت کا حال جنھیں ان کے رب نے جامع الصفات قسیم الخیرات اور منبع کمالات بنا کر بھیجا ہے۔ دنیا بھر میں جسے جو جتنی، جب عظمت ملی، ملتی ہے، یا ملے گی انھیں کے آستان عظمت سے ملی، ملتی ہے اور ملے گی۔ جو جتنے اس مصدر حسنات و مطلع تجلیات و مخزن برکات (علیہ افضل التحیات واکمل التسلیمات) کے قریب ہوتے ہیں اتنے جمال و کمال سے متصف ہوتے ہیں۔ یوں تو ان کی عنایات کا باڑا چاردانگ عالم میں صبح و شام بٹتا ہے اور کوئی چھوٹا بڑا کسی وقت بھی ان کے لطف و کرم کی بارش سے بے نیاز نہیں تاہم جو جتنا قریب ہے، وہ اتنا ہی فیض یاب ہے۔ جس بارگاہ بندہ نواز ﷺ سے غیر بھی محروم نہیں، وہاں اپنوں پر لطف و کرم کا کیا عالم ہوگا اور جہاں محض غلامی اور گدائی کی نسبت سے تجلیات کی بارش ہونے لگتی ہے، وہاں خون کے تعلق سے کیا کیا نوازشات کی برسات ہونی چاہئے۔

آپ نے اوپر غزوہ حنین کے موقع پر حضور ﷺ کا رجز دیکھا

انا النبی لا کذب

انا بن عبدالمطلب

(میں نبی ہوں، یہ کوئی جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں)

گویا اس افراتفری کے موقع پر بھی آپ ﷺ مطمئن تھے اور بڑے اطمینان سے نبی کی پہچان اور معیار بتا رہے تھے۔ یعنی سچا نبی وہ ہوتا ہے جو ہجوم مصائب میں بھی پریشان نہ ہو اور دنیا کے خوف و خطر سے قطعاً بے نیاز ہو۔ یہی حال اپنی شان کے لائق اس کے سچے وارث یعنی 'ولی' کا ہوتا ہے۔ یوں سمجھئے نبی اللہ کا سایۂ رحمت ہوتا ہے اور ولی اسی کے زیر سایہ ہوتا ہے

ومن تکن برسول اللہ نصرتہ !!

ان تلقہ الاسد فی اجامھا تجم

ترجمہ:

یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم تحزنون٥

اس آیت میں اولیاء اللہ کی سیرت و کردار کا ذکر بھی ہے اور ان کی پہچان کا معیار بھی۔ پھر ان میں وہ حضرات جو حضور اکرم ﷺ کی نسل پاک سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں 'خلق عظیم' کے جلوے اور بھی زیادہ چمکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے کیا خوب عرض کیا ہے

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

میرے حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی قدس سرہٗ خداوند کریم کی قدرت کاملہ اور حضور پر نور ﷺ کی خداداد، عظمت و قوت پر ایمان کامل رکھتے تھے، اس لیے اپنے دور امیں شجاعت و ہمت کا پیکر جمیل اور دنیوی خطرات و خدشات سے بالاتر تھے۔ انھوں نے ایمان و عمل کی خصوصی تربیت لاثانی خانقاہ کے والی غوث لاثانی قدس سرہٗ النورانی کے دربار دُربار میں خصوصی توجہ سے حاصل کی تھی اس لئے آپ کے رگ وریشہ ہی سے غیر اللہ کا خوف نکل چکا تھا اور فطرت مقدسہ دنیا و مافیھا سے بے نیاز ہو چکی تھی

حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ وصال شریف سے کئی سال قبل باہر کھیتوں میں حویلی اور مہمان خانہ بنا کر اکثر یہیں تشریف رکھتے تھے۔ کھانا گھر ہی سے آتا تھا جو کم و بیش ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ حضور نقش لاثانی آغاز شباب سے بھی پہلے مہمانوں کی خدمت و تواضع کا چارج سنبھال چکے تھے اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ ذمہ داریوں میں اضافہ بھی ہوتا تھا مگر کسی مرحلے پر بھی آپ نے ہمت نہ ہاری اور دن رات کی اس محنت شاقہ کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے۔ شاہ لاثانی قدس سرہٗ کا وصال شریف ہو گیا تو خطرات اور آلام و مصائب کے بادل چھا گئے مگر کیا مجال کہ پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش آئی ہو، رات گئے تک مہمانوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہیں اور پھر (مخالفین کی کثرت اور مخالفت کے ہجوم کے) باوجود رات کے تاریک و پرہول سناٹے میں دربار سے مکان پر یکہ و تنہا تشریف لے جا رہے ہیں۔ دشمنوں نے بارہا اس صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہا مگر

من یتوکل علیٰ اللہ فھو حسبہ

کے مصداق ایمان و توکل کا یہ پیکر اپنی راہ پر چلتا رہا اور اپنی روش سے باز نہ آیا۔ لوگ دوست بن کر، غلام بن کر بلکہ بھائی بن کر دعوت دیتے رہے، قبول فرماتے رہے اگرچہ بعض نے کھانے میں زہر تک ملانے سے دریغ نہیں کیا مگر سید کے عفو و کرم میں فرق آیا نہ عزم و استقلال میں دعوتوں میں کمی آئی نہ ان کے قبول کرنے میں۔

سجادہ نشینی کے ابتدائی واقعات میں آپ پڑھ چکے ہوں گے، موضع چن مان سنگھ تحصیل شکرگڑھ میں ایک برادر طریقت نے اذان دے دی، گاؤں سکھوں کا تھا، انھوں نے اسے ٹھکانے لگانے کا منصوبہ بنالیا۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ موضع دین پور متصل شکرگڑھ میں جلوہ افروز تھے۔ آپ کا معمول تھا گرمیوں میں کہیں جانا ہوا تو بستی سے باہر رات کھلے کھیتوں میں گزارتے۔ یعنی چارپائی، صف پانی وغیرہ اور ایک دو پرانے خادم۔ وہ

صاحب بچتے بچاتے رات گئے یہیں حاضر ہو گئے۔ حضور نے ساری داستان غم سنی، اسے اپنی چارپائی پر سلایا، خود نفلوں کیلئے مصلے پر آ رہے۔ یہاں سے علی پور گوجراں کا عزم تھا، وہاں دو پہر اور کسی تیسری جگہ رات۔ مگر جہاں رات تھی، وہاں پروگرام ملتوی کرنے کا پیغام بھیج دیا اور علی پور گوجراں سے سیدھے چمن مان سنگھ کی طرف بالکل اکیلئے روانہ ہو گئے۔ سکھوں تک تشریف آوری کے ارادے کی خبر کسی ذریعے سے پہنچ گئی تھی۔ وہ ساری برادری گاؤں سے آدھ میل استقبال کے لئے دست بستہ موجود تھی۔ گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے وہ معافی کے خواستگار تھے، مسلمان مزارع وغیرہ تھے اور غریب، سکھ مالک تھے مگر آج یوں محسوس ہوتا تھا جیسے غریبوں کے دن پھر آئے ہیں اور امیر غریب ہو گئے ہیں۔ جو اذان دینے پر قتل کرنے کا منصوبہ بنا چکے تھے، انھوں نے عرض کیا، اذانیں ایک دو کیا اگر چھ بھی ہوں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں، کسی نے کہا مسجد پختہ اینٹ کی ہو اور اسے میں مہیا کروں گا اور کسی نے اپنا کنواں مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ خیر یہ تو سب کچھ تصرفات کے ضمن میں آئے گا، البتہ' قاتلوں کی بستی' میں بغیر کسی ساتھی کے داخل ہونے کا خیال تو غیر معمولی جرأت وشجاعت کے ساتھ ہی تعلق رکھتا ہے۔

جرأت واستقامت آپ کی جبلت کا حصہ تھی اور اس کا مظاہرہ وقتاً فوقتاً ہوتا ہی رہتا تھا۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں آپ نے اپنی توانائیاں مسلم لیگ کیلئے وقف کر دیں۔ حق یہ ہے کہ نارووال اور شکر گڑھ کے دونوں حلقوں سے مسلم لیگ کی کامیابی آپ ہی کی شبانہ روز کوششوں کا نتیجہ تھی۔ آپ علماوزعما کو بلا کر مسلم لیگ کے حق میں جلسے ہی نہیں کراتے تھے بلکہ قریہ بہ بقریہ اور کوچہ بکوچہ پھر کر انفرادی ملاقاتوں سے بھی مسلم لیگ کے لئے زمین ہموار کرتے تھے۔ یہ کام سخت بھی تھا اور خطرناک بھی مگر آپ حالات وخطرات سے بے نیاز ہو کر حمایت حق میں سرگرم رہے۔ ایک روایت کے مطابق موضع دین پور متصل شکر گڑھ میں آپ کو ایک مکان میں بلا کر شہید کرنے کی سازش بھی تیار کی گئی مگر آپ کو تنہائی میں بلا کر بھی دشمن کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔

خدا کے فضل وکرم اور حضور پر نور ﷺ کی رحمت وشفقت سے پاکستان تو آخر معرض وجود میں آ گیا مگر ریاست جموں وکشمیر کے نہتے مسلمانوں کا انخلا بہت بڑا مسئلہ تھا۔ حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی قدس سرہ النورانی جتھے لے کر ریاست میں تشریف لے جاتے اور وہاں سے مسلمانوں کو گروہ در گروہ پاکستان میں لاتے رہے۔ آپ غالباً ظفروال کے علاقے سے داخل ہوتے تھے اور دور اندر تک چلے جاتے تھے بعض مقامات پر تصادم بھی ہوا اور فریق مخالف نے بمباری بھی کی مگر اس کوہ استقامت کے پائے استقلال میں پھر بھی ڈگمگاہٹ نہیں آئی۔ اسے ایک لطیفہ ہی سمجھ لیجئے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی فوج ظفر موج میں آپ کی جو برادری کے ایک سید مہدی شاہ صاحب مرحوم بھی ہوتے تھے۔ ان کے نام کی وجہ سے ہندو اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے تھے کہ مسلمان جس امام مہدی علیہ السلام کی بات کیا کرتے ہیں' یہ انھیں کی فوج ہے۔

حضرت حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

ہو صداقت کے لئے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے

وہ لوگ جنھیں جہاد کے جذبے نے سرشار کر رکھا ہو' اگر ہوا کا جھونکا بھی برداشت نہ کر سکتے ہوں تو ظاہر ہے رزم حق وباطل میں ان کی کارکردگی لائق تقلید وتحسین نہیں ہوگی۔ میرے حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اگرچہ تن ساز پہلوانوں کی طرح کہیں زور آزمائی اور طاقت کے مقابلوں کی تربیت حاصل نہیں کی تھی مگر دربار شریف کے محض انتظامات کے سلسلے میں جو محنت شاقہ آپ کو کرنا پڑتی تھی، اسی میں بہت حد تک ورزش ہو جاتی تھی۔ ہاں کبھی تھوڑا بہت وقت مل جاتا تو جسمانی طاقت کا مظاہرہ بھی ہو جاتا۔ مثلاً آپ کی دوڑ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ ٹرین قلعہ احمد آباد (جسے چند سال پہلے تک قلعہ سوبھا سنگھ کہا جاتا ہے اور جو علی پور سیداں شریف کے ریلوے اسٹیشن سے اگلا ہی اسٹیشن ہے) کے ریلوے اسٹیشن سے چل پڑتی اور ادھر حضور دربار شریف کے باہر تین کنوؤں کے پاس (جواب بند ہو چکے ہیں) سے دوڑ لگاتے تو ٹرین پکڑ لیتے تھے۔ مذکورہ دونوں اسٹیشنوں کا درمیانی فاصلہ دو اڑھائی میل ہوگا جبکہ یہ فاصلہ میل سوا میل سے کسی صورت بھی کم نہیں ہے۔ دوڑ کی یہ مشق بعض دفعہ بڑے کام آتی تھی۔ مثلاً ایک بار حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کسی لمبے سفر سے واپس تشریف لائے تو ریلوے اسٹیشن علی پور سیداں پر گاڑی سے اترے۔ اسی ٹرین میں حضور نقش لاثانی بھی سوار تھے۔ انھیں اپنے جد امجد کی تشریف آوری کا علم گاڑی سے اتر کر ہوا۔ چنانچہ وہیں سے دوڑ لگا دی دربار شریف آئے۔ کپڑے بدلے۔ گھوڑی کسی۔ دوڑا کر اسٹیشن کی طرف چلے۔ حضور شہنشاہ لاثانی سڑک تک ہی آئے تھے کہ گھوڑی پیش کر دی گئی۔ آپ کے دور شباب کی حکایتوں میں یہ روایت بھی بہت مشہور ہے کہ ایک بار حضور گھوڑی لے کر قلعہ احمد باد کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے، گاڑی چلی تو آپ نے بھی گھوڑی کو ایڑ لگا دی۔ کہتے ہیں نصف مسافت تک گھوڑی نے ٹرین کی رفتار کا مقابلہ کیا مگر اس سے زیادہ نہ کر سکی۔ کہتے ہیں اس دور میں آپ گھڑی بھی کہیں گر گئی تھی۔ یہ بات بھی اسی زمانے کی ہے کہ اگر اتفاق سے اس دور میں اردگرد کے کسی سکھ یا دوسرے پہلوان سے مڈبھیڑ کا موقع مل جاتا تو خداوند کریم جل مجدہ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل پاک کے اسی نوجوان کو فتح سے نوازتا تھا۔

سجادہ نشینی کے ابتدائی دنوں میں ایک گرانڈیل جوان دربار شریف کے ایک درویش محمد دین پر قاتلانہ حملہ کر کے تیزی سے بھاگا تو کسی کے ہاتھ نہ آیا' آخر حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی قدس سرہ نے خود اسے پکڑا اور پولیس کے حوالے کیا۔

یہ تو تھے جسمانی قوت کے چند مظاہر اور شواہد، جب اس کے ساتھ روحانی قوت بھی شامل ہو جاتی تھی تو عجیب قسم کے مناظر سامنے آتے تھے۔ مثلاً بعض دفعہ ایسا ہوا درخت کاٹا گیا ہے، اس کا بڑا حصہ ہلا کر پرے کرنا ہے، بیسیوں لوگ موجود ہیں اور اسے سرکانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر سب ناکام، اتنے میں حضور نقش لاثانی تشریف لے آتے ہیں۔ آپ بھی اسے اپنی مبارک چھڑی کا ایک سرا لگاتے ہیں تو درخت کا وہی بھاری حصہ سرک جاتا ہے اور مطلوبہ جگہ پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً موضع فتو چک کی مسجد کے باہر بڑ کا پرانا درخت تھا، اس پر بیٹھے ہوئے جانوروں کی بیٹ سے مسجد کا صحن آلودہ رہتا تھا۔ اہل دہ نے حضرت سے اسے کٹوانے کی درخواست کی تو اوپر کی صورت حال پیش آئی۔

صوفی محمد رفیق ساکن موضع اوڈرہ کافی عرصہ دربار شریف میں رہے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار کٹائی کے دوران رات کو حضور کھیت میں تشریف لے گئے تو میرے منہ سے نکل گیا، اگر کوئی آدمی اٹھانے میں مدد کرے تو میں یہ سارے گٹھے کھلیان میں منتقل کر سکتا ہوں۔ حضور نے فرمایا'میں اٹھواتا ہوں'۔ میں نے گپ ہانکی تھی مگر حضور قبلہ عالم نے سچ مچ کر دکھایا۔ بہر حال رات گئے تک آپ اکیلے ہی اٹھواتے رہے حتیٰ کہ سارے گٹھے اٹھا لیے گئے۔

سواری کے وہ جانور جو اپنی پشت پر کسی کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے سامنے دم نہیں مارتے تھے۔ اس قسم کے بیشمار واقعات ہیں۔ حضور سوار ہوتے تو اکثر ان کی طبیعت کا رنگ ہی بدل جاتا ہے۔ گرم خو زم خو ہو جاتے تھے اور ہر ایک کو سوار کر لیتے تھے مگر بعض شاید کسی مخصوص جذبہ غیرت کی بنا پر خود کو حضور ہی کے لئے مخصوص رکھتے تھے۔ کوئی اور بیٹھتا تو گرا کر دم لیتے۔ اور حضور کو سواری کرنا ہوتو حضور کے سوار ہونے تک بےچینی و بیتابی کا مظاہرہ کرتے رہتے۔

خداوند کریم نے آپ کو زبردست قوت فیصلہ سے نواز رکھا تھا۔ جو فیصلہ فرماتے خوب غور و خوض بلکہ فراست مومنانہ سے فرماتے اور اس کے بعد کسی قسم کے تذبذب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اصل میں فیصلہ کرنے کے بعد آپ قرآن پاک کے اس حکم کی عملی تفسیر بن جاتے تھے۔

فاذا عزمت فتو کل علی اللہ (آل عمران۔۱۵۹)

ترجمہ: اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

اس عزم راسخ اور پھر توکل علی اللہ کا نتیجہ تھا کہ جو منصوبہ بھی بنایا، اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ دینی کام ہو یا دنیوی، سیاسی ہو یا معاشرتی، جو فیصلہ کر لیا، کر لیا۔ اسی توکل اور مستقبل مزاجی ہی کی برکات کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ مہینوں کا کام ہفتوں میں اور ہفتوں کا دنوں میں ہوتا تھا۔ دربار شریف کی وسیع و عریض عمارات اس پر شاہد عادل ہیں کہ کتنا مہلت طلب کام کتنی جلدی ہو جاتا تھا۔ مسجدیں تعمیر کرنے کا فطری ذوق تھا۔ اچھی خوبصورت مضبوط و وسیع مسجد چند دنوں میں مکمل ہو جاتی تھی۔ آپ علی پور سیداں شریف کی سب سے پرانی مسجد کو دیکھ لیں اس کی تعمیر نو کا مرحلہ آیا تو گردو نواح کی سید برادری نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے اس کی تعمیر و تکمیل کی استدعا کی۔ آپ نے اللہ کا نام کام شروع کیا تو مسجد اپنی تمام خصوصیاتِ حسن و جمال کے ساتھ چودہ دن میں یوں مکمل ہوگئی (کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا ہے) شکر گڑھ شہر میں بھی مسجد نقش لاثانی کو زمین بوس کرنے کے بعد دوبارہ بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو غریب و نادار باسیوں نے علی پور سیداں شریف کے تاجدار سے التجا کی۔ حضرت والا درجت تشریف لائے اور دو دنوں میں مسجد بنیادوں سے شروع ہو کر لینٹر کے مرحلے تک پہنچ گئی۔ محمود بٹ صاحب جو بعد میں ڈپٹی کمشنر ہو کر وفات پا گئے تھے، اس زمانے میں تحصیل شکر گڑھ کے اے۔ سی تھے۔ وہ اسی کو ایک عظیم کرامت سمجھتے تھے چنانچہ خود کو وابستۂ دامن سمجھنے لگے اور آخر تک دربار شریف میں حاضری دیتے رہے۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ آپ ہی عزم و استقلال کا ہمالہ نہیں تھے، جسے دیکھتے تھے، اسے بھی عزم و استقلال سے مالا مال کر دیتے تھے، دل سے خوف و تذبذب نکال دیتے تھے اور کارزار حیات میں منہ زور طوفان کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ بخش دیتے تھے۔ میری طرف ہی دیکھیں، فطری طور پر بہت ڈرپوک ہوں، حادثے کی خبر سن کر ہی میرا رنگ فق ہو جاتا ہے، مگر شہنشاہ علی پور نے جب بھی پناہ میں لیا، دل مضبوط ہو گیا اور پاؤں سے ڈگمگاہٹ جاتی رہی۔ اس قسم کے چند واقعات سیرت حضور نقش لاثانی (برکات و کرامات) میں آگئے ہیں، یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہاں اتنا ضرور عرض کئے دیتا ہوں کہ جب کبھی دہشت گردوں سے مقابلہ آپڑا تو حضور شہنشاہ ولایت کا ایک مختصر جملہ یاد آگیا ڈھارس بندھ گئی اور خوف و ہراس کے بادل چھٹ گئے۔ جملہ کیا تھا "آسی دنیا وچ اک واری آنا ہوندا ہے، اس واسطے مخلوق کولوں بہتا ڈر کے نہ رئیں"، میں نے عرض کیا "پھر میرے دل سے مخلوق کا خوف نکال دیجئے"۔

☆......☆......☆

آخری ٹیسٹ

﴿فاتح مرزائیت علامہ طاہر عبدالرزق﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لحم خنزیر کھانے اور ام الخبائث پینے والا فرنگی، مکار ہندو بنیا اور انگریز کی ناجائز اولاد قادیانی سمجھ بیٹھے تھے کہ پیہم غلامی اور فرنگی تہذیب کے مسلسل کاری حملوں سے ہندوستان کے مسلمان پر موت کا سکوت طاری ہے۔اس کی ایمانی نبضیں ڈوب چکی ہیں۔اس کے قلب کی اسلامی دھڑکنیں خاموش ہوگئی ہیں۔اس کے ماتھے کی حدت، ٹھنڈک میں بدل گئی ہے۔انہوں نے مسلمانوں کا آخری ٹیسٹ لینا چاہا تا کہ اس کے بعد اسے سپرد خاک کر دیا جائے۔انہوں نے ہندوستان میں شتم رسول کی تحریک چلا دی۔مختلف شہروں سے ناموس رسالت ﷺ پہ کتے بھونکنے لگے۔غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمانوں نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور شیروں کی طرح ان کتوں پر پل پڑے اور ان کا ایسا حشر کیا کہ ہر ایک کو عبرت کی مثال بنا دیا۔

راجپال نے توہین رسالت کی، ملت اسلامیہ کا شیر غازی علم الدین شہید اس پہ جھپٹا اور اسے چیر پھاڑ کے رکھ دیا.........رام گوپال نے سرور کائنات ﷺ کی شان میں گستاخی کی.........غازی مرید حسین اس پہ لپکا اور اسے راہی ملک نار کیا.........سوامی شردھانند نے ہذیان بکا.........غازی عبدالرشید نے اسے جہنم واصل کیا.........نتھو رام نے دریدہ ذہنی کی.........غازی عبدالقیوم نے اسے ابوجہل اور ابولہب کے پاس پہنچا دیا.........چنچل سنگھ نے بکواس کیا.........غازی عبداللہ نے ایک ہی وار میں اسے ہاویہ میں پہنچا دیا.........کھیم چند گنبد خضرا کی طرف منہ کر کے بھونکا.........غازی منظور حسین نے اس جہنمی کتے کو اس کے دیس میں پہنچا دیا.........پالا مل نے اپنا متعفن منہ کھولا.........تو.........غازی محمد صدیق نے اسے موت کا رقص کرایا.........اور اسے جہنم کے لپکتے بھوکے شعلوں کی خوراک بنا دیا.........ملعون بھیشو نے ہرزا سرائی کی.........تو.........غازی عبدالمنان نے اسے موت کے گھاٹ اتارا.........چرن داس نے جب اپنے غلط منہ سے غلاظت اگلی.........تو.........غازی میاں محمد نے اس کے وجود کو ادھیڑ دیا اور اسے اللہ کے شدید انتقال کے سپرد کر دیا.........جب ویدا سنگھ نے زہر میں ڈوبی ہوئی اپنی بچھو نما زبان کھولی.........تو.........غازی احمد دین نے اسے قتل کر کے ملت اسلامیہ کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچائی.........ہر دیال سنگھ جب قصر نبوت کی طرف پھنکارا.........تو غازی معراج دین نے اس کی زبان مروڑ دی.........گردن توڑ دی۔جب عبدالحق قادیانی نے زہر اگلا.........حاجی محمد مانک اس پر رعد بن کے کڑکا.........اور اسے نار جہنم میں بیٹھے مرزا قادیانی کی جھولی میں پھینک دیا.........جب نعمت احمر حرمت رسول اللہ ﷺ پہ حملہ آور ہوا.........تو غازی فاروق نے اسے خاک وخون میں تڑپایا.........اور اسے دوزخ کی اتھاہ گہرائیوں میں جھونک دیا.........!!!

ان عظیم عاشقان رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرون اولی کے فنافی الرسول ﷺ مجاہدین کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ ہم آپ سے شرمندہ نہیں۔ہم نے گلے میں غلامی کا طوق، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہننے کے باوجود گستاخان رسول سے وہی سلوک کیا جو اپنے عہد میں تم کیا کرتے تھے۔ہم نے اس کسمپرسی کے عالم میں بھی اپنے آقا ﷺ سے بے وفائی نہیں کی۔

ان شہیدوں نے ماں باپ کے بڑھاپوں کے سہاروں کی پرواہ نہ کی.........بیویوں کے سہاگ اجڑنے کو خاطر میں نہ رکھا.........بچوں کی یتیمی ان کے رستے کی رکاوٹ نہ بنی.........مال واسباب کی کشش ان کے پاؤں کی زنجیر نہ بن سکی.........حتیٰ کہ انہوں نے اپنی متاع زیست بھی سرور کونین ﷺ کی عزت پر نچھاور کر دی.........وہ دار پہ جھولتے ہوئے اپنی خاموش زبان سے یہ اعلان کر رہے ہوتے تھے۔

اے اہل دنیا! دیکھو............ہمیں اپنے آقا ﷺ اپنے والدین سے زیادہ پیارے ہیں۔ ہمیں اپنے آقا ﷺ اپنے بچوں سے زیادہ محبوب ہیں، ہمیں اپنے آقا و مولا ﷺ دنیا کی رعنائیوں اور دنیا کے مال و اسباب سے زیادہ عزیز ہیں، ہمیں اپنے آقا ﷺ اپنی جان سے زیادہ قیمتی ہیں۔

جب ان شہیدوں کو پھانسی سے نیچے اتارا جاتا تو ان کی کھلی آنکھوں میں ایسی چمک ہوتی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں .... کیونکہ وہ ان آنکھوں سے اپنے رب کا دیدار کر چکے ہوتے تھے۔ ان کے لبوں پر ایک دلآویز مسکراہٹ ہوتی .... کیونکہ وہ چہرہ مصطفےٰ کی زیارت کر چکے ہوتے تھے۔ ان کے چہرے پر طمانیت کا نور ہوتا .... کیونکہ وہ جنت میں اپنے مقام عالیشان دیکھ چکے ہوتے تھے.........

مسلمانو! یہ مجاہدین ناموس رسالت، ملت اسلامیہ کی آبرو ہیں .... یہ اسلام کے چہرے کا غازہ ہیں۔ اسلام اپنے ان فرزندوں پہ ناز کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی جانیں نثار کر کے ہندوستان میں اسلام کو حیات بخشی۔ انہوں نے پھانسی پہ جھول پہ کے ہمیں غیرت رسول ﷺ کا عملی درس دیا۔ انہوں نے موت کو گلے لگا کر ہمیں یہ پیغام دیا......... کہ......... مسلمانو! جب تک زندہ رہو، اللہ کے حبیب کریم ﷺ کے کسی گستاخ کو زندہ نہ رہنے دینا

پرانے زمانے میں کسی شخص کو سکتہ ہو جاتا۔ تو لوگ سمجھتے کہ یہ شخص مر گیا۔ اسے نہلایا جاتا۔ کفن پہنایا جاتا۔ جنازہ پڑھا جاتا اور اسے قبر میں اتار دیا جاتا۔ کوئی خوش قسمت نہلاتے وقت یا جنازہ لے جاتے وقت ہوش میں آجاتا۔ ورنہ زندہ انسان ہزاروں من مٹی میں دبا دیا جاتا۔ پرانے حکماء اس بات سے بڑے پریشان تھے۔ آخر انہوں نے مل کر بیٹھ کر اس کا ایک علاج ڈھونڈا۔ اگر کسی شخص کو سکتہ ہو جاتا تو حکما اس کا منہ کھول کر صاف شفاف آئینہ اس کے منہ کے بالکل ساتھ لگا دیتے۔ اگر آئینہ کی سطح پر نمی یا دھندلا پن آجاتا تو اس کا مطلب ہوتا ہے مریض ابھی زندہ ہے، کیونکہ نمی یا دھندلا پن اس کے سانس چلنے کی دلیل ہوتی۔ ورنہ سمجھا جاتا کہ مریض اس دار فانی سے رخصت ہو چکا ہے۔

آج جب ہر طرف مادہ پرستی کا دور ہے۔ نفسا نفسی کا عالم ہے۔ زر پرستی کا راج ہے۔ اخلاقی قدریں دم توڑ رہی ہیں۔ عالم کفر اسلام پر ٹوٹ پڑا ہے۔ پوری دنیا سے اسلام اور مسلمان کو مٹانے کا نقارہ بج چکا ہے۔ باری باری کسی ایک اسلامی ملک کو نشانہ بنا کر لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔ ہم سے اسلامی تہذیب و تمدن چھین لی گئی ہے۔ اسلامی قوانین و افکار کی جگہ فرنگی قوانین و افکار نے قبضہ کر لیا۔ ہماری نوخیز نسل کو فرنگی تعلیم کے سانچوں میں ڈھالا جا رہا ہے۔ مسلمان کے گھروں پر فرنگی اور ہندو رسم و رواج کی حکمرانی ہے۔ اسلامی غیرت و حمیت کو گہری نیند سلا دیا گیا ہے۔ رقص و سرود کی محفلوں میں نوجوان مسلمان لڑکے اور لڑکیاں بدمستی کے عالم میں تھرکتے اخبارات کی زینت بنتے ہیں۔ نام کے فرق کے علاوہ مسلمان اور غیر مسلم میں عموماً فرق مشکل ہو گیا ہے۔ غرضیکہ اسلامی معاشرے پہ ایک سکتہ طاری ہے اور کئی جگہ یہ سکتہ موت میں تبدیل ہو چکا ہے۔

اس خطرناک حالت میں......... کہ مسلمان مر چکا ہے یا زندہ ہے.........اس کا آخری ٹیسٹ ہے۔ وہ آخری ٹیسٹ یہ ہے کہ مسلمان کو منہ کھول کر......... عشق رسول ﷺ کا آئینہ اس کے منہ کے قریب لگا دیا جائے۔ اگر آئینہ دھندلا ہو جائے۔ اس پر نمی آجائے۔ تو مسلمان زندہ ہے۔ ورنہ مر چکا ہے۔ اس کا ایمان کبھی کا داغ مفارقت دے چکا ہے۔ آؤ مسلمانو! ہم بھی اپنے ایمان کو چیک کریں......... کہ......... آخری ٹیسٹ میں ہمارا نتیجہ کیا ہے؟

اگر ام القریٰ میں خالق کونین نے شورش
بہ عہد احمد مرسل مجھے پیدا کیا ہوتا
حرم کی خاک میں تحلیل میرے جسم و جاں ہوتے
مری لوح جبیں پر آپ ہی کا نقش پا ہوتا
قدوم سرور کونین کی عظمت بحمد اللہ
میں خاک رہگذر ہوتا تو پھر بھی کیمیا ہوتا
دماغ و دل چمک اٹھتے رخ پر نور کی ضو سے
نظر اٹھتی جہاں تک جلوہ خیر الوریٰ ہوتا
بہر عنوان اس ذات گرامی پر نظر رہتی
کبھی ان پر کبھی ان کے غلاموں پر فدا ہوتا
رسول اللہ کے ادنیٰ غلاموں کی ثنا لکھتا
کلام اللہ کے الفاظ میں نغمہ سرا ہوتا
شہنشاہوں کے تخت و تاج میرے پاؤں میں ہوتے
مرا سر سید الکونین کے در پر جھکا ہوتا
خداوندان دولت کے گریباں پھاڑ دیتا میں

حضور خواجہ بغداد

رضی اللہ عنہٗ

اسے کہیے جلوۂ مصطفےٰ، جو جمال طلعت غوث ہے
وہ ظہور خلق عظیم ہے، جو کمال سیرت غوث ہے

میں نثار ایسے کریم پر جو بدل کے رکھ دے دل ونظر
کرے رہزنوں کو جو راہ بر دو نگاہ رحمت غوث ہے

انہیں جب پکارا وہ آ گئے غم و درد سارے مٹا گئے
کسی بے نوا سے یہ پوچھئے ارے کیا حمایت غوث ہے

لٹیں راج والوں کی دولتیں، مٹیں تاج والوں کی شوکتیں
جو نہ بجھ سکے نہ بجھ سکا وہ چراغ عظمت غوث ہے

بنے جو غلام وہ قادری جو ہے قادری وہ ہے حیدری
یہ ہیں دونوں فیض کے راستے وہ نسب وہ نسبت غوث ہے

ملے جس سے دین کو زندگی وہ نظر ہے غوث کریم کی
اسے دین سے کہاں واسطہ جو عدوئے حضرت غوث ہے

یہ ہے آسیؔ شیخ کا سب کرم دل و جان کا جو رہا بھرم
میری جاں فدا ہے حضور پر، میرے دل میں الفت غوث ہے

☆......☆......☆

منقبت حضور غوث پاک

رضی اللہ عنہ

نظر افروز ہے حسن دلآرا غوث اعظم کا
نوازے ہم کو بھی یارب نظارہ غوث اعظم کا

مری اک بوند سے آخر کمی آئے تو کیوں آئے
کہ ہے زخار بحر بے کنار کنارہ غوث اعظم کا

پھروں کیوں پوچھتا میں حالِ قسمت چاند تارے سے
کہ ہے محکوم سورج، چاند، تارا غوث اعظم کا

تکبر سوز ہے اک اک توجہ شاہ جیلاں کی
مقدر ساز ہے اک اک اشارہ غوث اعظم کا

کسی صورت نبی کے چاند کا دیدار ہو جائے
نہیں ہے ہجر اب مجھ کو گوارا غوث اعظم کا

خدا سے پیار ہے تو پیار کر مولا کے پیارے سے
خدا کا پیارا ہے واللہ پیارا غوث اعظم کا

ارے او بے ادب کچھ سوچ اپنی وجہ محرومی
کروڑوں کو کرے سیراب دھارا غوث اعظم کا

فقیروں بیکسوں کو کیا پڑی در در پہ جانے کی
بحمد اللہ ہے موجود دورا غوث اعظم کا

کوئی شپر اگر انکار کرتا ہے تو کرنے دو
وگرنہ فضل عالم آشکارا غوث اعظم کا

جو تھاما شاہ لاثانی کا دامن تو ندا آئی
مبارک ہو تجھے بندے سہارا غوث اعظم کا

نہ کیوں آسی کہوں میں نقش لاثانی کو لاثانی
یقیناً جب ہے یہ بھی ماہ پارا غوث اعظم کا

☆......☆......☆

Monthly Mujallah **Al-Haqiqa**

May 2005

Reg.No. C.P.L 590

یا رحمۃ للعالمین ﷺ

یا رب العالمین عزوجل

علم و فضل کے شائقین کے لیے ایک اور خوشخبری

فاضلِ عربی کلاس کا اجراء

نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی

نقش لاثانی نگر شکرگڑھ

داخلہ

۱۱ تا ۲۵ مئی

رابطہ برائے داخلہ

فاضل جلیل حضرت علامہ **محمد سعید نقشبندی قادری صاحب** صدر مدرسین

دورانیہ چھ ماہ

داخلہ میرٹ پر ہوگا

زیر اہتمام

پروفیسر محمد حسین آسی سرپرستِ اعلیٰ **نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی** نقش لاثانی نگر شکرگڑھ